ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۵ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ
۲۹ اپریل ۱۹۸۳ء

ہدیہ
دو روپے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

اَحَادِیثُ الرَّسُول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوری قدس سرہٗ

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بَیْنَا اَنَا اَسِیْرُ فِی الْجَنَّۃِ اِذَا اَنَا بِنَھَرٍ حَافَتَاہُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ قُلْتُ مَا ھٰذَا یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ ھٰذَا الْکَوْثَرُ الَّذِیْ اَعْطَاکَ رَبُّکَ فَاِذَا طِیْنُہٗ مِسْکٌ اَذْفَرُ (رواہ البخاری)

انسؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں (معراج کی رات) بہشت میں سیر کر رہا تھا ناگہاں میں ایک نہر پر پہنچا۔ اس کے دونوں طرف اندر سے خالی موتی کے گنبد تھے۔ میں نے کہا۔ اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا۔ یہی وہ کوثر ہے جو تیرے رب نے تجھے دیا ہے۔ ناگہاں اس کی مٹی خالص کستوری کی سخت خوشبودار تھی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُ شَھْرٍ وَّزَوَایَاہُ سَوَآءٌ مَآؤُہٗ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِیْحُہٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ وَکِیْزَانُہٗ کَنُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ یَّشْرَبُ مِنْھَا فَلَا یَظْمَأُ اَبَدًا۔ متفق علیہ

عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض مقدار سیر ایک ماہ کے ہے اور اس کے کونے برابر ہیں، اس کا پانی دودھ سے بھی زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو کستوری سے بھی زیادہ عمدہ ہے اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں (یعنی کثرت اور روشنی ہیں) جو شخص اس سے پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ حَوْضِیْ اَبْعَدُ مِنْ اَیْلَۃَ مِنْ عَدَنٍ لَھُوَ اَشَدُّ بَیَاضًا مِّنَ الثَّلْجِ وَ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِیَتُہٗ اَکْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَاِنِّیْ لَاَصُدُّ النَّاسَ عَنْہُ کَمَا یَصُدُّ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِہٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَعْرِفُنَا یَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَکُمْ سِیْمَآءٌ لَیْسَتْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ رواہ مسلم۔

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق میرا حوض (دونوں طرف کی دوری ہیں) ایلہ سے عدن تک کی دوری سے بھی زیادہ دور ہے البتہ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید ہے اور دودھ میں شہد ملا ہوا ہو اس سے زیادہ میٹھا ہے اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں اور تحقیق میں اپنے حوض سے لوگوں کو روکوں گا جس طرح کوئی شخص لوگوں کے اونٹوں کو اپنے حوض سے روکتا ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم)

(باقی ۴ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



جلد ۲۸ ● شمارہ ۳۳

۲۹ اپریل ۱۹۸۳ء

رئیس ادارہ

شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت

مولانا محمد اجمل قادری

محمد سعید الرحمٰن علوی

ظہیر میر۔ ایم اے ایل ایل بی

دفتر

کراچی: انجمن خدام الدین بلڈنگ بہلی چورنگی ناظم آباد، کراچی ۲۱۱۴۴

لاہور: خدام الدین مرکز اندرون شیرانوالہ دروازہ فون ۶۴۹۹۴

بدل اشتراک

سالانہ ۸۰ روپے

ششماہی ۴۵ روپے

سہ ماہی ۲۵ روپے

فی پرچہ دو روپے

ناشر مولانا عبید اللہ انور۔ طابع الٰہی بخش

مطبع کاسموپرنٹرز ۹۰ ۔۔۔

صدرِ محترم!

ہم آپ سے مخاطب ہیں

صوبہ سندھ کا آپ نے دورہ فرمایا، واپسی پر لاہور میں آپ نے فرمایا:۔

"میں بھی اتنا ہی سیاست دان ہوں جتنا کوئی دوسرا ہے" لیکن آپ نے اپنے دورہ کو "عوامی رابطہ" کا نام دیا اور فرمایا۔ کہ میرا رابطہ "سیاسی" نہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے کسی کو سیاسی جلسہ کرنے سے منع تو نہیں کیا"۔

تو صاحب گذارش یہ ہے کہ "سیاست" کوئی ایسی بُری چیز نہیں کہ آپ یا کوئی دوسرا اس سے "الرجک" ہو۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آپ سربراہ ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کے ارشادات بہ سلسلہ سیاست آپ کے علم میں ہوتے تو ایسی بات نہ کہتے —— آپؐ نے واضح کیا ہے کہ گذشتہ اقوام کا کاروبار سیاست حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ چلتا تھا —— میں چونکہ آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں، اس لئے اب انبیاء تو تشریف لانے سے رہے لیکن یہ کام چلے گا اور اس کو اہل علم چلائیں گے۔

اس مقدس شغل کو برباد کیا تو ان لوگوں نے جو دوسروں کے اشارۂ ابرو پر مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے اور اپنی دکان قیادت چمکانے اس میدان میں آئے —— ایسے برخود غلط عناصر کی نہ کل کمی تھی نہ آج ہے بدقسمتی سے دعویداران سیاست کی اکثریت آج بھی ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جن کا ماضی تاریک، حال نہ ہونے کے برابر مستقبل تاریک تر ہے —— لیکن وہ بددیانتی اور ضمیر فروشی سے

سمیٹی ہوئی دولت، برادری کے بندھنوں اور اس قسم کے روایتی ہتھکنڈوں کی بدولت قوم کے سر پر مسلّط ہیں ـــــ قوم اپنی سادگی اور تعلیمی پسماندگی کے سبب ایسے لوگوں کا شکار ہو جاتی ہے اور معاملہ دگرگوں ہو جاتا ہے ـــــ آپ کی آمد سے توقعات تو یہ تھیں کہ آپ تعلیمی پسماندگی دور کریں گے۔ قوم کا علمی مقام بلند ہوگا اور قوم اس قسم کے لوگوں سے نجات حاصل کرلے گی۔ لیکن افسوس کہ آپ نے چھ سال میں قوم کو وعدۂ فردا پر ٹرخایا ـــــ اسلامی نظام کے خوب خوب اعلان کئے لیکن قوم کو مختلف النوع شعبہ ہائے حیات میں متعدد قوانین کے چکر میں الجھا دیا۔ حضور آپ اپنے دور کا سنجیدگی سے جائزہ لیں ـــــ "سب اچھا" کہنے والے آپ کو بہت ملیں گے لیکن "الدین النصیحہ" کے ارشاد نبوی کے مطابق ملک و قوم کی بہتری اور خود آپ کی بہتری کے لئے صحیح بات کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔

حضور! ہم عرض کرتے ہیں کہ آپ کا یہ کہنا کہ ہم نے کسی کو جلسہ سے تھوڑا روکا ہے ـــــ صحیح نہیں ـــــ ابھی ۸-۹-اپریل کو آپ کی لاہور کی انتظامیہ نے علماء ملت اور صلحائے امت کی جماعت جمعیۃ علماء اسلام (کالعدم) کو موچی دروازہ میں جلسہ سے روکا ہے ـــــ یہ خبر پریس میں چھپی آپ نے نوٹس لیا؟ آپ شہر شہر گھوم کر رابطہ کر رہے ہیں۔ سٹیڈیم اور میدان آپ کے پاؤں تلے ہیں۔ انتظامیہ آپ کی ہے۔ ہر شہر سے متعلق آپ کا وزیر یا مشیر سرگرم عمل ہو کر انتظام میں مصروف ہے۔ یہ یک طرفہ ٹریفک آپ کو نقصان دے گی۔ خدا سے ڈریں، انصاف سے کام لیں۔

آپ عوامی رابطہ کی بات کرتے ہیں۔ عوام تو چیخ رہے ہیں ـــــ قتل عام ہیں، آبرو لٹ رہی ہے، عزتوں پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں، مہنگائی جوبن پر ہے۔ افراتفری اور بے چینی عام ہو چکی ہے ـــــ عوامی رابطہ آپ نے کیا لیکن "عوام" میں سے کسی کو آپ کے قریب آنے دیا گیا ـــــ؟ کسی غریب کی آپ نے بات سنی۔ لوگوں سے آپ نے پوچھا کہ ان کے دکھ کیا ہیں؟

حضور! اپنی عدالتوں کا جائزہ لیں، اپنی تعلیم گاہوں کا جائزہ لیں، منڈی، بازار، کھیت اور مل کا جائزہ لیں ہر جگہ آپ کو انسانیت دم توڑتی اور سسکتی نظر آئے گی۔ چھ سال آپ کو ہو گئے ـــــ آپ سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں کہ اس ملک کا کون سا مسئلہ آپ نے حل کیا ہے؟ کراچی شیعہ اقلیت کے سبب افراتفری کا شکار ہے تو پنجاب اسلم قریشی کے سبب مضطرب ہے ـــــ لیکن آپ کو تقریروں، بیانات اور جلسوں سے فرصت نہیں ـــــ جبکہ قوم کو ان کی ضرورت نہیں، وہ مسائل کا حل چاہتی ہے اور بس ـــــ اگر آپ کے لئے ایسا ممکن ہے تو جذبۂ عمل سے سرشار ہو کر آگے بڑھیں، ورنہ اب معاف فرما دیں بہت ہو چکی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق و انصاف کی راہ پر چلائے۔

خیر اندیش

علوی

21 - 4 - 1983

بقیہ : احادیث الرسولؐ

کیا آپؐ ہمیں اس دن پہچانیں گے آپؐ نے فرمایا ہاں تمہاری ایک علامت ہوگی تمہارے سوا کسی اور امت کو نہیں ہوگی۔ تم میرے پاس ایسی حالت میں آؤ گے کہ سفید پیشانی ہوگی اور ہاتھ اور پاؤں بھی وضو کی برکت سے سفید ہوں گے۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ـــــ اور ـــــ مسلکِ حقّہ

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

کَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ... تا بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ -

صدق اللہ العلی العظیم (عبس ۱۱ تا ۱۶)

محترم حضرات و معزز خواتین!

یہ رجب المرجب کا مہینہ ہے اس میں معراج کا عظیم الشان واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ جس کے متعلق آئندہ صحبتوں میں عرض کیا جائے گا۔ اس مہینہ کی مناسبت سے آج حضور نبی مکرم قائدنا الاعظم محمّد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ کے عزیز و محبوب صحابی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق چند گزارشات پیش کرنی ہیں۔ کیونکہ ان کی وفات ۲۲ر رجب (۶۰ھ) کو ہوئی۔ سبائی تحریک کو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے جو عداوت و دشمنی تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مختلف بزرگ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایام ہائے شہادت و وفات پر مختلف نوع کی خوشیاں منائی گئیں۔ حضرت معاویہؓ کے یوم وفات کے دن بھی ایک فرضی کہانی و قصہ کی بنیاد پر حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کے کونڈوں کی رسم شروع کی گئی اور غافل و بے خبر سنّی بھی اس دن یہی کچھ کرتے نظر آتے ہیں۔

قرآن وحدیث اور صحابہ علیہم الرضوان

حالانکہ صحابہ علیہم الرضوان کے ہم پر جو حقوق ہیں اور قرآن و حدیث نے ان کا جو مقام ذکر کیا ہے اس کے پیش نظر ان کا احترام و عقیدت بے حد ضروری ہے اور جب ایک عام مسلمان کے متعلق دل میں بغض و کینہ کا سنگین گناہ ہے تو سوچیں صحابہ کرام سے بدظنی اور بدگمانی کتنا بڑا گناہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی جماعت قرار دیا (المجادلہ ۲۲) ان سے راضی ہونے کا اعلان کیا اور فرمایا کہ وہ بھی اللہ سے راضی ہیں (التوبہ ۱۰۰) انہیں معیارِ حق و صداقت قرار دیا ـ (البقرہ ۱۳۷) مزید متعدد آیات قرآن عزیز میں موجود ہیں، اور سرکارِ دو عالم علیہ السلام کے ارشادات کا یہی حال ہے کہ لاتعد ولا تحصیٰ ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے مجھے دیکھا انہیں جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔ آپؐ اپنے عزیزوں کو آسمان ہدایت کا ستارہ قرار دیتے ہیں۔ ان سے محبت و دشمنی کو اپنے ساتھ محبت و دشمنی بتلاتے ہیں ـــــ وغیرہ ذالک ـــــ اور ہاں جو شخص ان حضرات کو برا کہے اس کے متعلق حضور فداہ روحی و جسدی کا ارشاد ہے کہ ایسے بدزبان کو کہو "لعنت تیرے شر پر" ـــــ اور ایک حدیث اور سن لیں :-

"جب دنیا میں فتنے پھیل جائیں اور میرے صحابہؓ کو

لوگ بُرا کہنے لگیں تو اہلِ علم دفاع کا فرض ادا کریں۔ ورنہ ان پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی اور قیامت کو ان کا کوئی فرض و نفل قبول نہ ہو گا۔"

اہلسنت کا مؤقف

ان ارشادات کی روشنی میں سوچیں اور دلوں میں ان بلانوشانِ محبت کے متعلق کبھی بدگمانی نہ آنے دیں۔ رہ گیا معاملہ حضرت معاویہؓ کی اس لڑائی کا جس میں ان کے مدمقابل حضرت علیؓ تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تو حضرات علمأ اہلسنت کے مسلک صحیحہ کے مطابق کفِّ لسان یعنی زبان کو روکنا ہی صحیح ہے۔ کیونکہ قیامت میں اس کا کسی سے سوال نہیں ہوگا۔ قرآن نے ایسے ہی حضرات کے متعلق کہا۔

"اور جو کچھ ان کے دلوں میں خفگی ہوگی ہم اسے دور کر دیں گے اور ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا۔" (الاعراف ۴۳)

گویا وہ جنت میں جا پہنچیں گے آپس میں محبت کے ساتھ رہ رہے ہوں گے۔ اور ان میں سے کسی ایک کے متعلق بدگمانی کرنے والا حسابِ کتاب کے ابتلاء کا شکار ہو گا۔

یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالےٰ نے کہا کہ پچھلے انبیاء کی بات چھوڑو تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ الخ (البقرہ ۱۳۴) وہ اپنا وقت پورا کر کے جا چکے ان کے اعمال ان کے کام آئیں گے تمہارے اعمال تمہارے کام اور ان کے متعلق تم سے پوچھا نہ جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے؟

قرآن کے مبارک جملوں سے استناد کرتے ہوئے ہم بھی برادرانِ اسلام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ان کی فکر چھوڑیں اپنی فکر کریں اور پھر کسی صاحبِ دل کا یہ قول سامنے رکھیں کہ "جب ہماری تلواریں ان کے خون سے ملوّث نہیں تو ہم اپنی زبانیں کیوں ملوّث کریں؟

سیدنا معاویہؓ اور ارشاداتِ رسالتؐ

حضور نبی مکرم علیہ السلام اپنے اس محبوب صحابی کے متعلق دعا فرماتے ہیں:۔

"اے اللہ! معاویہؓ کو ہادی و مہدی بنا اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت بخش۔"

(ترمذی صـ۲۴۷ ج ۲ سعیدی کراچی)

مجمع الزوائد صـ۳۵۶ ج ۹ پر ایک دعا منقول ہے:۔

"اے اللہ! معاویہؓ کو حساب کتاب سکھا اور اس کو عذاب جہنم سے بچا۔"

اسی طرح اسی کتاب میں اسی صفحہ پر ہے:۔

"اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب سکھلا دے اور شہروں میں اس کو حکمران بنا دے اور اس کو عذاب سے بچا۔"

مشوروں کے لئے حضور علیہ السلام آپ کو بلوانے کا فرماتے اور ارشاد ہوتا "وہ قوی اور امین ہیں" (مجمع الزوائد) پھر حکم ہے کہ انہیں محض بھلائی کے ساتھ یاد کریں۔ کنز العمال صـ۱۹۰ ج ۴ پر ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن معاویہؓ کو اٹھائیں گے اور ان پر نور ایمان کی چادر ہو گی۔ کنز العمال صـ۸۶ ج ۶ میں ہے، "جو معاویہ سے لڑے گا زیر ہوگا۔" اور تطہیر الجنان صـ۱۹ پر ہے۔ "معاویہؓ میرا رازدان ہے جس نے اس کے ساتھ محبت کی نجات پا گیا۔ جس نے بغض رکھا ہلاک ہو گیا۔" حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالےٰ اَحْلَمُ اُمَّتِیْ مُعَاوِیَہُ کی روایت نقل کرتے ہیں۔ الاصابہ میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ! اس کو علم سے بھر دے (صـ۴۱۳ ج ۲) اور نصیحت ہے سرکارِ

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت معاویہؓ کو کہ:۔

"اگر امارت تمہارے سپرد کی جائے تو اللہ سے ڈرنا۔"

نیز بخاری جلد اول صـ۴۰۹ پر پہلی بحری لڑائی کے شرکاء کے لئے وجوب جنت کا جو مژدہ ہے اس میں بلاشبہ آپ شریک ہیں کہ دورِ عثمانی میں یہ قابل فخر کارنامہ حضرت معاویہ کی ہی زیر نگرانی سامنے آیا۔

سوچیں جہاں حضور علیہ السلام کی اتنی دعائیں ہوں اور آپ کی زبان مبارک سے اتنے ارشادات ہوں وہاں عظمتوں کا کیا حال ہوگا۔

اسلام و خدمات

عام تذکروں میں فتح مکہ کے بعد ان کا اسلام منقول ہے، گو کہ بعض مصدقہ روایات سنہ ۶ھ کے متعلق بھی ہیں۔ تاہم اتنی بات واضح ہے اور کوئی بڑے سے بڑا دشمن اس کو جھٹلا نہیں سکتا کہ کسی جنگ میں وہ کافروں کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے مقابل نہیں آئے گو کہ ان کے والد دورِ جاہلیت میں کفار کے سپہ سالار تھے، اور قبول اسلام کے بعد کتابت وحی کا عظیم الشان فرض انہیں سونپا گیا۔ بعض لوگ بغض میں کہہ دیتے ہیں کہ وہ عام فرامین رسالت لکھتے وحی نہیں۔ اول تو حضور علیہ السلام کے زمان کی کتابت بھی کم درجہ کی سعادت نہیں دوسرے یہ کہ خود شیعہ مؤرخین کتابت وحی کو تسلیم کرتے ہیں۔ الفخری اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور خلاصۃ السیر میں حضرت زید و معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے متعلق یہ بات منقول ہے کہ وحی کی کتابت کا کام سب سے زیادہ یہ کرتے۔ اور کتابت وحی اتنا بڑا اعزاز ہے کہ قرآن نے تعریف کی۔ ابتدائی آیات پر نظر ڈالیں ارشاد ہے:۔

"بے شک یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے بس جو چاہے اس کو یاد کرے وہ عزت والے صحیفوں میں ہے جو بلند مرتبہ اور پاک ہیں۔ ان لکھنے والوں کے ہاتھوں میں جو بڑے بزرگ اور نیکوکار ہیں۔"

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

خدمات

پر نظر ڈالیں تو اسلامی بحری بیڑا انہوں نے بنایا۔ سی آئی ڈی سٹاف کی بنیاد رکھی۔ زراعت کے فروغ کے لئے وسیع اہتمام کیا۔ محکمہ رجسٹرار و نقول کی بنا رکھی۔ جہاز سازی کے کارخانے بنائے۔ قیساریہ کے عظیم الشان شہر کو فتح کیا۔ خانہ کعبہ پر دیبا کا غلاف چڑھایا۔ جمع احادیث کا اہتمام کیا۔ شکایات سیل بنایا، حفاظتی قلعے بناتے، سرمائی و گرمائی فوجیں بنائیں، پارلیمنٹ قائم کی۔ پرتگال سے چین تک وسیع و عریض حکومت ان کے دور میں قائم رہی۔ قیصرِ روم کی قوت و شوکت پوری طرح تباہ کی۔

یہ سب کچھ ہو اور محض یزید کی ولی عہدی کی آڑ میں ان کے خلاف ہنگامہ ہو افسوسناک ہی نہیں شرمناک بات ہے۔ حضرات علماء اہلسنت کے نزدیک اس مسئلہ پر بڑا تفصیلی کلام ہے۔ ولی عہدی و نامزدگی اگرچہ صاحب اہلیت بیٹے کی ہو اس میں متعدد ذمہ دار علماءِ کرام کے نزدیک کوئی قباحت نہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نامزد کرنا تاریخ اسلام کا مسلّم ترین واقعہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعد حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ تعالےٰ عنہ کی خلافت بھی اسی نوعیت کی ہے۔ یزید کا معاملہ ایسا ہے کہ بقول حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالےٰ ایک مسلم حکمران تھا جس سے محبت بھی ایمان کا حصہ نہیں تو اسے گالی

دینا بھی تقاضائے دین نہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا جو معاملہ تھا وہ واضح ہے کہ انھوں نے ایسا کیا لیکن "تنہا" نہیں بلکہ جلیل المرتبت صحابہ کے مشورہ سے گو کہ چند حضرات اس کے حامی بھی نہ تھے لیکن اکثر جلیل المرتبت حضرات متفق تھے بلکہ ان کی یہ خواہش تھی اور آپ نے ایسا کر کے دعا کی :۔

"اے اللہ! میں نے اس کو ولی عہد بنایا ہے تو اگر اس کو اس معاملہ میں اہل سمجھتا ہے تو اس کی ولایت پوری فرما دے اور اس کو قرار و استحکام نصیب فرما لیکن اگر ایسا نہیں تو اس کی ولایت پوری نہ فرما۔" (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۸۰)

اور اسی میں ہے کہ میں نے اگر اس کی اہلیت وصلاحیت کے پیش نظر ایسا کیا ہے تو اس کی تکمیل کرا دے اور اگر محض بیٹے کی محبت کی بات ہے تو اس سے پہلے اس کی روح قبض کر لے۔

اس کے بعد کسی بدگمانی کی گنجائش رکھنا اپنے ایمان کا ضیاع ہے —— رہ گیا دورِ یزید تو اسے عقیدت کی بنیاد پر نہیں تاریخی حقائق کی بنیاد پر دیکھنا ضروری ہے اور اس معاملہ میں اسلاف کی تحریرات کا جائزہ سامنے ہو تو انشاء اللہ شکوک و شبہات رفع ہو کر افراط و تفریط سے بچنا آسان ہوگا۔ اور صراط مستقیم پر ثابت قدمی نصیب ہوگی۔

اللہ تعالےٰ ہمیں صحابہ علیہم الرضوان کی محبت و عقیدت سے نوازے —— وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

میرے اکابر رحمہم اللہ
—— اور ——
اِتباعِ سُنّت

حضرت برکۃ العصر شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ

اللہ جلّ شانہٗ کا پاک ارشاد ہے :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنالے گا۔"

درِ منثور میں کثرت سے روایات ذکر کی گئی ہیں کہ بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ جلّ شانہٗ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے اتباع کو اپنی محبت کے لیے علامت قرار دیا۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس کے تابع نہ بن جائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔"

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ میرا اتباع کرو نیک کاموں میں، تقویٰ میں، تواضع میں اور اپنے نفس کو ذلیل سمجھنے میں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اِتباعِ سُنّت ہے۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نہ پاؤں کسی کو اپنی مسند پر ٹیک لگائے ہوئے۔ اس کے پاس میرے اوامر میں سے کوئی امر آئے یا نواہی میں سے کوئی نہی آئے اور وہ کہے کہ ہم نہیں جانتے، جو قرآن میں ہمیں ملے گا اسی پر عمل کریں گے۔"

مشکوٰۃ میں مقدام ابن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "مجھے قرآن دیا گیا ہے اور قرآن ہی کے برابر دوسری چیزیں (یعنی سُنّت)۔ قریب ہے کہ کوئی آدمی پیٹ بھرا اپنی مسند پر ٹیک لگائے ہوئے یہ کہے کہ تم لوگ صرف قرآن ہی کو لو۔ جو اس میں حلال پاؤ اس کو حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو۔" حالانکہ کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے وہ ویسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ (یعنی جس چیز کی حُرمت یا حِلّت حدیث سے ثابت ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے قرآن سے ثابت ہو) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے "پیٹ بھرا" کا لفظ اس وجہ سے ارشاد فرمایا کہ اس قسم کی خرافات جب ہی سوجھتی ہیں جب لذائذ میں آدمی ہو۔ فقر و فاقہ اور تنگ دستی میں یہ حماقتیں نہیں سوجھتیں۔ دوسری حدیثِ پاک میں عرباض ابن ساریہ رضی اللہ عنہٗ سے بھی یہی مضمون نقل کیا گیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ "تم میں سے کوئی شخص اپنے گاؤ تکیہ پر کمر لگائے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بجز اس کے جو قرآن پاک میں ہے حرام نہیں کی۔ خبردار! خدا کی قسم میں نے بھی کچھ چیزوں کا حکم دیا ہے اور نصیحت کی ہے اور بہت سی چیزوں سے روکا ہے۔ وہ بھی قرآن کے مقدار میں ہے، بلکہ زیادہ ہی ہے۔"

اس حدیث میں "گاؤ تکیہ پر کمر لگانے" کا مطلب وہی ہے جو پہلی میں "پیٹ بھرے" کا تھا کہ ایسی حماقتیں ثروۃ ہی میں سوجھتی ہیں۔ ان صفات کے ذکر کرنے سے مطلب یہ ہے کہ یہ لغویات جب ہی سوجھتی ہیں جب تنعّم بہت بڑھ گیا ہو۔ جیسا کہ متکبّرین و متجبّرین کی عادت ہے جن کا دین کے معاملات میں اہتمام بہت کم ہوتا ہے۔ اپنے گھر میں تنعّم میں پڑے رہتے ہیں۔ علم کے سیکھنے سکھانے سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔

حضرت عرباضؓ ہی سے ایک اور حدیث نقل کی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر بڑا بلیغ وعظ فرمایا کہ جس سے آنکھیں بہہ پڑیں، قلوب دہل گئے۔ ایک آدمی نے کہا کہ "یا رسول اللہؐ! یہ تو جیسے رخصتی وعظ ہو، لہٰذا کوئی نصیحت ہمیں فرمایئے۔" تو آپ نے فرمایا کہ "... میری سُنّت اور خلفاء راشدین کی سُنّت کو لازم پکڑو اور دین میں نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جس نے میری کسی ایسی سُنّت کو زندہ کیا جو میرے بعد چھوڑ دی گئی تھی تو اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا عمل کرنے والے کو ملے گا اور ان کے اجروں میں کوئی کمی نہ ہو گی اور جو کوئی دین میں نئی چیز پیدا کرے جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کو ناپسند ہے تو اس کو عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ملے گا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہو گی۔ نیز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اُمّت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے۔ جو جماعت سے نکلے گا جہنّم میں جائیگا۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جس نے میری سُنّت سے محبّت کی اس نے گویا مجھ سے محبّت کی اور جس نے مجھ سے محبّت کی وہ میرے ساتھ جنّت میں ہو گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی میری سُنّت پر عمل کرے میری اُمّت کے فساد کے وقت تو اس کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ نیز ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میرے اتباع بغیر چارہ نہ ہوتا۔

مؤطّا امام مالکؒ میں حدیث مرسل نقل کی گئی ہے کہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جب تک ان کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور سُنّت۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: "جو کسی بدعتی کی تعظیم کرے تو اس نے گویا اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کی۔" یہ چند احادیث مشکوٰۃ شریف سے اتباعِ سُنّت کے اہتمام میں نقل کی ہیں۔

امامِ زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہمارے اکابر فرمایا کرتے تھے کہ سُنّت کو پختہ پکڑنا نجات ہے۔ اور حضرت امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ سُنّت مثل کشتیٔ نوح علیہ السّلام کے ہے۔ جو اس میں بیٹھ گیا وہ بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔ (العبودیہ ص۴۲)

اصل چیز اتباعِ سُنّت ہے اور جس کو پرکھنا ہو اسی معیار پر پرکھا جائے گا۔ جو شخص اتباعِ سُنّت کا جتنا زیادہ اہتمام کریگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و مقرّب ہو گا۔ روشن دماغی چاہے اس کے پاس کو بھی نہ آئی ہو۔ اور جو شخص اتباعِ سُنّت سے جتنا دُور ہے اللہ تعالیٰ سے بھی اتنا ہی دُور ہے چاہے وہ مفکّرِ اسلام مفکّرِ دُنیا، مفکّرِ سمٰوات بن جائے۔

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ نے فتاویٰ ص۲۱۰/۱۱ میں فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتابُ اللہ اور سُنّت کو مضبوطی سے پکڑیں۔ ان میں سے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ جو اُس کے دل میں آئے اس پر بغیر کتاب و سُنّت کی موافقت کے عمل کرے اور یہ قاعدہ کلیہ جس پر جُملہ اولیاء اللہ متفق ہیں، جو اس کے خلاف کرے وہ اولیاء اللہ میں سے نہیں ہو گا۔ بلکہ یا تو کافر ہو گا یا جاہل۔ اور یہ بات مشائخ کے کلام میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ چنانچہ شیخ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میرے قلب میں بعض صوفیانہ رموز وارد ہوتے ہیں، مگر میں انہیں بغیر دو گواہ (کتاب و سنّت) کے قبول نہیں کرتا۔ اور حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ علم (تصوّف) قرآن اور سُنّت کے ساتھ مربُوط ہے۔ جس نے قرآن و حدیث نہ پڑھا ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ ہمارے علوم میں کلام کرے۔ حضرت ابو عثمان نیشاپوری فرماتے ہیں کہ جس نے سُنّت کو اپنے قول و فعل میں حاکم بنا لیا اس کا کلام حکمت ہو گا اور جس نے خواہشاتِ نفس کو حاکم بنایا وہ بدعت میں مبتلا ہو گا۔ اس لیے کہ قرآنِ پاک کا ارشاد ہے: وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا یعنی رسول کا اتباع کرو گے، تو ہدایت پاؤ گے۔ اور ابن نجید فرماتے ہیں "ہر وہ حال جس پر کتاب و سُنّت کی شہادت نہ ہو وہ باطل ہے۔" دوسری جگہ ص۵۸۵/۱۱ میں فرماتے ہیں کہ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ عمل جب تک خالص اور صواب نہ ہو قابلِ قبول نہیں۔ خالص کا تو مطلب یہ ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور صواب کا مطلب یہ ہے کہ سُنّت کے موافق ہو۔ حضرت ابو سلیمان دارانیؒ نے فرمایا ہے کہ جس کے دل میں کوئی خیر کی بات آئے اُسے اُس وقت تک اُس پر عمل نہیں کرنا چاہیئے جب تک کہ اس کے لیے کوئی اثر نہ مل جائے۔ اس سلسلہ میں جب کوئی اثر سُن لے تو نُورٌ علیٰ نُور ہے۔ حضرت سہل تستریؒ کا ارشاد ہے کہ ہر وہ عمل جو بدعت پر ہو گا وہ نفس پر عذاب ہے اور جو عمل اکابر کی اقتدار بغیر ہو گا وہ نفس کا دھوکہ ہے۔"

اس بارے میں بہت کثرت سے شیخ الاسلام نے بھی اقوال نقل کیے ہیں اور دُوسرے حضرات نے بھی کہ جو عمل اتباعِ سُنّت کے بغیر ہو گا وہ گمراہی ہے۔

اب ذرا ہٹ دھرمی اور عناد سے ہٹ کر اکابرِ دیوبند کے اہتمامِ سُنّت پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے کہ اتبّاعِ سُنّت کا اہتمام اس گروہ میں کتنا رہا۔ اس کے واقعات تو اکابر کی سوانحوں میں لاتعد و لاتحصی ملیں گے۔ ان کا احصار تو اس رسالہ میں بہت مشکل ہے، بلکہ ضخیم کتابوں میں بھی مشکل ہے۔ مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں نکالنا سُنّت ہے اور داہنے پاؤں میں پہلے جوتا پہننا سُنّت ہے۔ حضرت گنگوہی قدّس سرّہٗ کے معمولات میں سینکڑوں جگہ لکھا ہے اور میرا خود بھی مشاہدہ ہے کہ حضرت قدس سرّہٗ جب مسجد سے نکلتے، تو پہلے بایاں پاؤں نکال کر جوتے یا کھڑاؤں پر رکھتے۔ پھر دایاں پاؤں نکال کر پہلے اس میں جُوتا یا کھڑاؤں پہنتے پھر بائیں پاؤں میں جو پہلے سے جوتے پر رکھا ہوتا پہنتے۔ ایک شخص آئے، قصّہ تو لمبا ہے، حضرت قدّس سرّہٗ اس وقت استنجا گئے ہوئے تھے۔ حضرت کے آنے پر کہا، جناب آداب! حضرت نے غصّہ میں فرمایا، یہ کون بے ادب ہے۔ جس کو شریعت کا ایک ادب بھی معلوم نہیں۔ ایک مرتبہ ایک صاحب آئے اور بولے، حضرت سلامت! آپ کے چہرہ پر غصّہ کا اثر ظاہر ہو گیا، اور فرمایا، مسلمانوں والا سلام چاہیئے یہ کون ہے حضرت سلامت والا۔ (تذکرۃ الرشید ص۴۹/۲)

حضرتؒ کے وصیّت نامہ میں بہت زور سے لکھا ہے "اپنی زوجہ، اپنی اولاد اور سب دوستوں کو بتاکید وصیّت کرتا ہوں کہ اتباعِ سُنّت کو بہت ضروری جان کر شرع کے موافق عمل کریں۔ تھوڑی مخالفت کو بہت سخت دُشمن اپنا جانیں۔"

حضرت شیخ الہند نوّر اللہ مرقدہٗ کا معمول تھا کہ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ کسی شاگرد نے عرض کیا حضرت بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب تو آدھا ہے۔ حضرت نے فرمایا، ہاں بھائی یہ تو مجھے بھی معلوم ہے، مگر بیٹھ کر پڑھنا حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

حیات شیخ الہندؒ ص۱۶۱ میں لکھا ہے کہ کوئی قول و فعل خلافِ شریعت ہونا تو درکنار، مدّتوں خدمت میں رہنے والے خادم بھی یہ نہیں بتلا سکتے کہ کوئی ادنیٰ سا فعل بھی آپ سے خلافِ سُنّت سرزد ہوا۔ دن ہو یا رات، صحت ہو یا مرض، سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوۃ ہر حالت میں حضرت کو اتباعِ سُنّت کا خیال تھا۔ خود بھی عمل کرتے اور اپنے متبعین متوسلین کو بھی قولاً و عملاً اسی کی ترغیب دیتے اور رفتہ رفتہ عمل بالسُنّۃ حضرت کے لیے ایک امرِ طبعی ہو گیا تھا۔ جس میں کسی تکلّف و تحریک کی ضرورت ہی نہ تھی۔ نہایت سہولت و متانت

سے سُنن و مستحبات کو ملحوظ رکھتے تھے، مگر یہ نہیں کہ ہر وقت ہر ہر فعل حاضرین کے جتلانے یا اُن سے داد لینے کے لیے حدیث پڑھ کر سنائیں یا عمل کریں۔ نیا پھل کسی نے پیش کیا تو خوشبو سُونگھی آنکھوں سے لگایا پھر کسی بچہ کو پکارا اور اس کو دے دیا۔ اور کبھی کبھی یہ دیکھنے کے حیلہ سے کہ بارش ختم ہو گئی یا نہیں دو چار قطرے سر اور جسم پر لے کر حدیث عہد بربی کا لُطف اٹھا لیا۔ ایک روز احقر (مولانا میاں اصغر حسین صاحب) کی عیادت کو تشریف لائے اور صرف مصافحہ کر کے واپس ہونے لگے۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو بھی آج ہی حدیث پر عمل کرنا تھا۔ تبسّم فرما کر فوراً پڑھ دیا "العیادۃ فواق ناقۃ"۔ اسی میں ص۱۱۸ میں لکھا ہے کہ مالٹا کی حراست کے زمانہ میں اگرچہ مُسافر بھی قربانی نہیں اور قیدی پر تو ذبح کرنے کی بھی اجازۃ نہیں تھی، مگر حضرت کا معمُول ہندوستان میں کئی کئی قربانیاں کرنے کا تھا۔ یہ جذبہ حضرت کو پیش آیا اور محافظانِ جیل کو اطلاع کی کہ ہمیں قربانی کی اجازت دی جائے اور جانور مہیّا کیا جائے۔ دِل کی نکلی ہوئی بات اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ محافظوں پر اثر ہوا اور ایک دُنبہ ساٹھ گنّی میں خرید کر دیا جس کی قیمت حضرت نے بہت طیب خاطر سے ادا کی اور اس دارالکفر میں جہاں زوالِ سلطنتِ اسلامیہ کے بعد کبھی اس سُنّتِ ابراہیمیؑ کے ادا ہونے کی نوبت نہ آئی ہو گی۔ دسویں ذی الحجہ کو بلند آواز سے تکبیر کہہ کر قربانی کر کے واضح کر دیا کہ علو ہمّت ہو تو زنداں میں مستحبات بھی ادا ہو سکتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں سرکہ کے متعلق آیا ہے کہ بہترین سالن ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں جب بھی دسترخوان پر سرکہ ہوتا، تو سب چیزوں سے زیادہ اس کیطرف رغبت فرماتے اور کبھی گھونٹ بھی بھر لیتے۔ ایک مرتبہ بدن پر پھُنسیاں وغیرہ نکل آئیں۔ اطبار نے سرکہ کو منع کر دیا۔ پھر بھی حضرت سرکہ نوش فرما ہی لیتے۔ حضرت نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کی شادی اپنے استاد حضرۃ نانوتویؒ کے طرز پر ایسی ہی سادگی اور اتباعِ سُنّت سے کی جو حضرت جیسے محدّثِ اعظم اور عاشقِ سنّت کے شایانِ شان تھی۔ کبھی جامع مسجد میں نماز کے بعد اعلان کر کے داماد کو بٹھا کر نکاح پڑھ دیا، کبھی مدرسہ میں علمار اور طلبار کے مجمع میں بطریقِ مسنُون عقد کر دیا اور معمولی کپڑے پہنا کر معمولی ڈولی میں بٹھا کر رُخصت کر دیا۔ (حیات شیخ الہند ص۲۰۵)

حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ کے اتباعِ سنّت کے واقعات اس قدر مشہور اور زباں زد ہیں کہ ان سب کا لکھوانا تو بہت مشکل ہے اور اس کے دیکھنے والے ابھی تک بہت موجود ہیں۔ اس ناکارہ نے اپنے اکابر میں اخیر شب میں رات کو گڑگڑاتے ہوئے رونے والا دو کو دیکھا۔ ایک اپنے والد صاحبؒ کو اور دوسرے حضرت شیخ الاسلامؒ کو۔ ایسی ہچکیاں اور سسکیاں لیتے تھے جیسے کوئی بچہ پٹ رہا ہو۔

قاری محمّد میاں صاحب مدرس مدرسہ فتحپوری دھلی لکھتے ہیں کہ: "تہجّد میں اوّل دو رکعتیں مختصر پڑھتے اور اس کے بعد دو رکعتیں طویل، جن میں ڈیڑھ دو پارے قرأۃ فرماتے۔ تہجّد کی قرأت قدرے جہر سے ادا فرماتے۔ پاس بیٹھا ہوا آدمی غور سے سُنے تو پوری قرأۃ سُن سکے۔ قرأۃ کرتے وقت اس قدر خشوع، اتنا گریہ، سینہ مبارک سے ایسے کھولتے ہوئے گرم سانس، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی نماز کی کیفیت احادیث میں ذکر کی گئی ہے "کان یصلّی ولجوفہ ازیز کازیز المرجل من البکاء" "(آپ نماز ایسی پڑھا کرتے تھے کہ آپ کے اندرون سے رونے کی وجہ سے ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز کی طرح سے آواز آتی تھی۔) وہ منظر مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سُنا۔ تہجّد کی نماز سے فارغ ہو کر پہلے دُعار مانگتے۔ پھر مصلّی پر استغفار کرنے کے لیے بیٹھ جاتے، تسبیح ہاتھ میں ہوتی، جیب میں سے رومال نکال کر آگے رکھ لیتے، اگالدان قریب رکھ لیا کرتے۔ اُس وقت رونے کا جو منظر بارہا دیکھنے میں آیا ہے وہ کسی اور وقت نہیں آیا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں مسلسل جاری رومال سے صاف کرتے جاتے اور استغفر اللّٰہ الذی لا الٰہ الّا ھو الحیّ القیّوم و اتوبُ الیہ۔ جھُوم جھُوم کر پڑھتے جاتے کبھی کبھی اور بھی کلمات پڑھتے بعض اوقات اسی کرب و بے چینی کے عالم میں فارسی یا اُردو کا کوئی شعر بھی پڑھا کرتے فجر کی نماز تک یہی معمول رہتا۔"

(الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص۸۰)

اس ناکارہ زکریّا نے پوربی ہندی کے دوہے اس وقت میں بہت سُنے مفتی مہدی حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: "عبادتِ خداوندی کا یہ ذوق کہ شدید مرض کی حالت میں بھی نمازِ فجر میں طوالِ مفصّل ہی پڑھا کرتے تھے، سُنّت کی شیدائیت اتنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی کہ جن اُمور کو ادنیٰ تعلّق بھی رسُول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے ہو اُن پر عمل کرتے تھے۔ دنیا کو حیرت ہو گی کہ دارالعلوم کے چمن میں کیکر کا درخت لگوایا۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ اس درخت سے کیا فائدہ؟ نہ اس میں پھُول نہ پھل، نہ اس سے خوشنمائی نہ یہ زینتِ چمن، پھر کیوں لگوایا؟ تحقیق سے پتہ چلا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہؓ سے بیعت لی تھی جو "بیعتِ رضوان" کے نام سے زبان زدِ خاص وعام ہے۔ یہ درخت اس کی یادگار ہے۔" (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص۵۲)

بذل کی تحریر کے وقت جب نظارَ والی حدیث ابوداوٗد میں آئی جس کی ترتیب مصحفِ عثمانی کے خلاف ہے تو میرے حضرت قدّس سرّہٗ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس حدیث کو ایک پرچہ پر نقل کر دو اور مجھے دیدو۔ آج تہجّد اسی سے پڑھیں گے۔ یہ حضرات سُنّت کے شوق میں ثواب کی کمی کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ میرے والد صاحب کا مشہور مقولہ تھا کہ سُنّت کے موافق پاخانہ میں جانا خلافِ سُنّت نفلیں پڑھنے سے افضل ہے۔

حضرت میرٹھی تذکرۃ الرشید ص۱۶۲ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امامِ ربّانی قدّس سرّہٗ کا اتباعِ سُنّت میں وہ ثباتِ قدم جس کو استقامت کہتے ہیں ایسا واضح اور عالم آشکارا ہے کہ محتاجِ دلیل بنانا بے ادبی کے علاوہ گویا سُورج کو چراغ دکھانا ہے۔ سُنّت کے ساتھ محبّت رکھنے والے دُنیا میں اَور بھی ہیں، مگر اصل جنۃ القلب اور سودائے دل میں اس محبّت کا وہ رسُوخ بہت ہی کم نظر آئے گا۔ جس کو محویّت اور فنائیت کہہ سکیں۔ اور جس کا جسم پر یہ ثمرہ ظاہر ہو کہ کبھی بھُول کر بھی بلا قصد امر خلافِ شرع صدور نہ ہو۔ مولوی حکیم محمد اسماعیل صاحب گنگوہی اجمیری نے ایک قصیدہ آپ کی مدح میں لکھا اور چونکہ موردِ عنایات ہونے کیوجہ سے بے تکلّف زیادہ تھے اس لیے ہرچند حضرتؒ نے سُننے سے تنفّر فرمایا، مگر اُنہوں نے باصرار سنایا۔ جب ختم کر چکے، تو آپ جھُکے اور زمین سے خاک اٹھا کر اُن پہ ڈال دی۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرے کپڑے خراب ہو گئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ مُنہ پر مدح کرنے والے کی یہی جزار ہے مَیں کیا کروں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

حضرت سہارنپوری نوّر اللہ مرقدہٗ کے حالات میں تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے کہ منیٰ کے قیام میں کھچا کھچ اسباب کے گرد برابر برابر شغدف لگے ہوئے تھے کہ قبیل صبح صادق مطوّف آیا اور شور مچایا کہ تیار ہو جاؤ عرفات کے لیے۔ دیکھتا ہوں تو حضرت دو شغدفوں کے بیچ میں گلی نما جو تنگ جگہ چھُٹتی ہے اس میں کھڑے ہوئے اپنے مولیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہیں اور پارہ ہائے قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ مطوّف اور جمالین نے بہت کچھ شور مچایا، مگر حضرت کے طویل قیام میں ایک آیت کا بھی فرق نہ آیا۔ تلاوۃِ قرآن جس سکون کو چاہتی ہے اس کا

اسلام اور انسانیت کی بقاء

مولانا سعید احمد اکبر آبادی، سابق صدر شعبہ علوم اسلامی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

آج سائنس اور ٹیکنالوجی کی غیر معمولی ترقی اور اسی کے ساتھ اعلیٰ اخلاقی اور انسانی اقدار کے فقدان اور اقوامِ عالم کی باہمی کشمکش و آویزش کے باعث خود انسان کے نفسِ وجود اور اس کے حفظ و بقاء کو جو عظیم خطرات درپیش ہیں انہوں نے مدبرینِ عالم کو ان خطرات کے انسداد کی کوششوں کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ مجلس اقوام متحدہ ایک سیاسی ادارہ ہے، اس نے ان عقدہائے مشکل کا ایک حل نکالا ہے، لیکن برسوں کے تجربات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ حل کامیاب نہیں ہے اور صورتِ حال یہ ہے کہ اگر ایک گرہ کھولنے کی کوشش کی جاتی ہے تو دس گرہیں اور لگ جاتی ہیں اور معاملہ سلجھنے کے بجائے روز بروز پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے، اربابِ سیاست کی اس ناکامی کو دیکھ کر بہت سے اصحابِ فکر و بصیرت نے محسوس کیا کہ اگر کوئی طاقت عالمِ انسانیت کو اس خطرہ سے محفوظ رکھ سکتی ہے تو وہ صرف مذہب کی طاقت ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مذہب کی جو گرفت انسان کے فکر و خیال اور اس کے واسطہ سے عمل و کردار پر ہوتی ہے وہ کسی اور چیز کی نہیں ہوتی، اس بنا پر مذہب میں یہ صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے کہ وہ انسانی ضمیر کو بیدار کر کے ان عوارض و اسقام کا خاتمہ کر دے جو ضمیر کے مُردہ ہونے کا نتیجہ ہوتے ہیں، جو حضرات اس خیال کے تھے انہوں نے (Religion and peace) کے نام سے ایک عالمی ادارہ قائم کیا اور دنیا کے تمام اہلِ مذاہب اس میں شریک ہیں۔ اس ادارہ کا دوسرا بین الاقوامی اجلاس جو ۷۹ء میں جاپان میں ہوا تھا اس میں خاکسار نے بھی شرکت کی، مقالہ پڑھا اور بحث میں حصہ لیا تھا۔ اس عالمی ادارہ کا صدر دفتر نیویارک امریکہ میں ہے، بہر حال ان بین الاقوامی حالات کے پیشِ نظر وقت کا تقاضا اور مطالبہ ہے کہ اسلام کو بتانا چاہیئے کہ وہ دنیا کے ایک اہم اور عظیم الشان مذہب کی حیثیت سے اس معاملہ میں کیا رہنمائی دے سکتا ہے، اس مقالہ کا مقصد اس سوال کے جواب میں ہی چند گذارشات پیش کرنا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اسلام میں انسان کا مرتبہ و مقام کیا ہے؟ قرآن مجید میں تخلیقِ آدم کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کو خلافتِ الٰہی کے خلعتِ فاخرہ سے نوازا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا اہتمام اسی درجہ درجہ فرمایا ہے کہ جب فرشتوں نے اس منصبِ عظیم و جلیل کا استحقاق اپنے لئے ثابت کیا تو اللہ تعالےٰ نے اس کے بالمقابل انسان کا استحقاق اس طرح ثابت کیا کہ اس کو حقائقِ کائنات کا علم بخش دیا گیا، فرشتے اس علم سے محروم تھے، ان پر جب انسان کی یہ فضیلت و برتری عیاں ہوگئی تو اب وہ خدا سے عفو و درگذر کے خواستگار ہوئے، خدا نے عفو و درگذر کے لئے شرط یہ رکھی کہ فرشتے آدم کو سجدہ کریں۔ سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ابلیس اس کو اپنے لئے باعثِ ننگ و عار سمجھتا تھا کہ وہ مخلوقِ ناری ہونے کے باوصف ایک پتلۂ خاکی کے روبرو سجدہ ریز ہو، اسی لئے اس نے سرتابی اور حکم عدولی دکھائی۔ اس کی سزا اس کو یہ ملی کہ ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ اور شر و فساد، عصیان و تمرّد اور فسق و فجور کا سب سے بڑا منبع و سرچشمہ قرار دیا گیا۔ اب یہ پورا واقعہ جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے اس پر غور کیجئے اور دوسری طرف یہ دیکھئے کہ تخلیقِ آدم کے واقعہ کو انجیل مقدس میں کس طرح بیان کیا گیا ہے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے بائبل میں ہے: خداوند نے زمین پر پانی نہ برسایا تھا اور آدم نہ تھا کہ زمین کی کھیتی کرے اور زمین سے بخار اٹھتا تھا اور تمام روئے زمین کو

سیراب کرتا تھا اور خداوند نے زمین کی خاک سے آدم کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا۔ آدم جیتی جان ہوا۔ (پیدائش باب ۲-۵-۷) خیال کیجئے: کہاں آدم کی تخلیق ایک کسان کی حیثیت سے اور کہاں اس کی تخلیق خالقِ کائنات و صانعِ عالم کے ایک نائب کی حیثیت سے، جس کی وجہ سے وہ ایک طرف مسجودِ ملائکہ ہوا اور دوسری طرف اس کو سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں ابلیس ہمیشہ کے لئے مردود و راندۂ درگاہِ ایزدی کر دیا گیا۔ غالبؔ نے اسی مضمون کو اپنے خاص انداز میں بڑی بلاغت سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں

لیکن اگر مرزا غالبؔ کی نگاہ انسانوں کے احوال و اعمال اور پھر فرموداتِ قرآن پر ہوتی تو غالباً وہ یہ شعر نہ کہتے، کیونکہ انسان کو قرآن میں جہاں خلیفہ الٰہی کہا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ یہ شرف و عظمت ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو مومنین صالحین ہیں ہر کس و ناکس کے لئے نہیں ہے، کیونکہ تخلیقِ آدم کی آیت میں جس آدم کا ذکر ہے وہ نوع کے نمائندہ ہیں افراد کے نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

زمانہ کی قسم! بے شبہ انسان بڑے گھاٹے میں ہے ماسوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں، اعمال صالحہ کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرتے ہیں۔

یہی مضمون سورۂ والتین میں بیان فرمایا گیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

بے شبہ ہم نے انسان کو بہترین سانچہ میں پیدا کیا ہے، پھر (اس کے اپنے اعمال و افعال کے باعث) اسے ہم نے انتہائی پستی کی طرف لوٹا دیا ہے، مگر ہاں اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو مومنین صالحین ہیں، ان کے لئے ایسا اجر ہے جو جتایا نہ جائے گا۔

ان دونوں سورتوں میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ایک عالم بحیثیت عالم کے جس مرتبہ و مقام کا مستحق ہے۔ یہ مرتبہ و مقام اس کو اسی وقت ملے گا جب کہ وہ اپنے علم پر عامل بھی ہو، ورنہ وہ عالم نہیں جاہل سے بدتر ہے، ٹھیک اسی طرح خلافتِ الٰہیہ کا منصب نوع انسان کے ان افرادِ کامل کو عطا ہوگا جو اس منصب عظیم و جلیل کے مقتضیات و مطالبات اور اس کے شرائط و آداب کی تکمیل بہمہ وجوہ کرتے ہوں، ورنہ صرف حیوان ناطق ہونا انسان ہونے کے لئے کافی نہیں اسی بنا پر قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو جو نیابت الٰہی کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے، اور اسی وجہ سے فارسی کے مشہور صوفی اور حکیم شاعر نے کہا ہے۔

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گرد شہر
کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست
گفتیم یافت می نشود جستہ ایم ما
گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

اور اردو میں یہی بات غالبؔ نے اس طرح کہی ہے۔

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا!!

اب جبکہ انسان کو نیابت الٰہی کا فرض سونپ دیا گیا تو ضروری تھا کہ اس فرض کی خاطر خواہ انجام دہی کے لئے جو ذرائع اور وسائل ناگزیر ہیں انسان کو ان سے بھی نوازا جاتا، اصولی اور بنیادی طور پر یہ وسائل و ذرائع تین ہیں:-

۱- علم (۲) دستور العمل و قانونِ حیات اور (۳) اقتدار و قوتِ تسخیر و تصرفات قرآن نے انسان کے خلیفۂ الٰہی ہونے کا اعلان جہاں ملاء اعلیٰ میں کیا ہے وہاں مذکورہ بالا تینوں ذرائع کے ساتھ اس کے مشرف و مفتخر ہونے کی وضاحت کر دی ہے۔ چنانچہ علم کے متعلق فرمایا گیا: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا یعنی اللہ نے آدم کو سب اسماء کا علم عطا فرما دیا۔ یہاں دو باتیں قابل غور ہیں ایک یہ کہ آیت میں اگرچہ لفظ اسماء کا آیا ہے جو جمع اسم بمعنی نام کی ہے، لیکن درحقیقت مراد اسماء نہیں بلکہ مسمات اور اشیاء ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آگے چل کر فرمایا گیا: ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ، عَرَضَهُمْ میں هُمْ جو ضمیر جمع مذکر غائب ہے اور ذی روح چیزوں کے لئے استعمال ہوتی

ہے اس کا مرجع اسماء ہے، اگر اسماء سے مراد نام ہی ہوتے تو عربی کے قاعدہ کے مطابق اس کے لئے ضمیر ھا ہوتی نہ کہ ھُم۔ پس اب آیت کے معنی یہ ہوگئے کہ اللہ تعالٰی نے آدم کو اشیاء کا علم عطا فرما دیا اور چونکہ علم شئ کے معنی علم حقیقت شئ ہے۔ اس بنا پر مطلب یہ ہوا کہ آدم کو حقائق اشیاء کا عالم بنا دیا گیا۔ ممکن ہے کوئی صاحب اعتراض کریں کہ "کلھا" میں تو ضمیر "ھا" ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عربی میں یہ عام بات ہے کہ ضمیر کبھی مرجع کے لفظ کی رعایت سے آتی ہے اور کبھی اس کے معنی کی رعایت سے، اور کبھی ایک ہی مرجع کے لئے لفظ اور معنی دونوں کی رعایت سے دونوں قسم کی ضمیریں دو مختلف جگہوں پر آتی ہیں، مَن اور مَا اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ اَلْاَسْمَاء میں الف لام جنس کے لئے ہو یا استغراق کے لئے، بہرحال معنی ہوں گے تمام اور سب اشیاء، لیکن اس کے باوجود صرف الاسماء فرمانے پر اکتفا نہیں فرمایا گیا، بلکہ استیعاب واستقصائے اشیاء کو مؤکد کرنے کی غرض سے الاسماء کے بعد کُلّھا بھی ارشاد ہوا تاکہ کسی کو اس میں کوئی شبہ ہی نہ رہے کہ انسان کو عالم ارضی میں جمادات ونباتات اور حیوانات وبحریات اور عالم سماوی شمس وقمر، سیارے اور ستارے، اور عالم انفس وارواح کے اسرار ورموز اور غرض کہ کائنات کی معقول ومحسوس، مادی اور معنوی، ظاہری اور باطنی کوئی شئے ایسی نہیں ہے جو انسان کے حیطۂ علم سے خارج ہو۔

یہ جو کچھ عرض کیا گیا علم سے متعلق تھا۔ رہا دوسرا وسیلہ وذریعہ یعنی دستور العمل وقانون حیات جس کے مطابق انسان کو نیابتِ الٰہی کا فرض انجام دینا ہے تو وہ قرآن مجید ہے جو خود کلام الٰہی ہے اور ساتھ ہی سنت وسیرت نبوی جو قرآن ہی کی تشریح وتوضیح اور اس کی عملی تفسیر ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا: وکان خلقہ القرآن۔ قرآن اور سنت ایک مکمل لائحۂ عمل اور ضابطۂ حیات ہیں۔ لیکن یہ موقع اس پر مفصل گفتگو کرنے کا نہیں ہے، البتہ مقالہ کے اصل موضوع سے متعلق قرآن وسنت کی بعض تعلیمات کا ذکر آگے آئے گا۔

اب لیجئے تیسرا ذریعہ وسیلہ یعنی اقتدار وقوت تسخیر! تو اس سلسلہ میں کثرت سے آیات ہیں جن میں صاف طریقہ پر انسان کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ زمین، آسمان میں جو کچھ ہے وہ تمہاری خدمت واطاعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ چاند سورج اور سب اجرام علویہ تمہارے لئے مسخر کر دیئے گئے ہیں، یعنی تم کو ان میں تصرف کرنے اور ان کو اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرنے کی طاقت وقوت عطا فرما دی گئی ہے۔

مثلاً ایک آیت میں فرمایا۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ (البقرہ)

یہ وہ خدا ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔

ایک آیت میں ارشاد ہوا:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

اور خدا نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے۔

یہ اور اسی نوع کی اور بہت سی آیات ہیں جنہوں نے عرب کے صحرا نشینوں میں کائنات عالم کے حقائق واسرار کے کشف وتحقیق کا جذبہ پیدا کیا اور انہوں نے سائنس کے مختلف علوم وفنون پر محققانہ تصنیفات وتالیفات کے انبار لگا دئے۔

آئیے! اب دیکھیں کہ انسان جس کو زمین میں نیابت الٰہی کا منصب تفویض کیا گیا ہے جب وہ ساز وسامان کی ان تینوں قسموں سے آراستہ وپیراستہ اور مسلح ہو جاتا ہے تو جہاں تک زمین کا تعلق ہے اس کے فرائض کیا ہوں گے؟

قرآن کی رو سے انسان کا سب سے بڑا اور اہم فریضہ یہ ہے کہ اللہ کی زمین سے شر وفساد اور ظلم وجور کو مٹائے اور امن وامان اور عدل وانصاف قائم کرے۔ اس بنا پر اللہ کے نزدیک سب سے بُرے اور قابل ملامت وہ لوگ ہیں جو فتنہ وفساد پیدا کر کے لوگوں کا جینا اجیرن کر دیتے ہیں۔ مدینہ میں منافقین کا گروہ لگائی بجھائی کی باتیں کر کے معاشرہ میں شر وفساد کی تخم ریزی کرتا اور آئے دن نئے نئے فتنے جگاتا تھا۔ اس لئے قرآن مجید میں اس پر سخت وعید اور منافقین کی خفیہ سازشوں کی پردہ دری کی گئی ہے۔ پہلے ارشاد ہوا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ

لَّا يَشْعُرُوْنَ ۞ (البقرہ)

اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ دیکھو زمین میں فساد برپا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں: اجی ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں! لوگو! ہوشیار اور خبردار رہو کہ فساد برپا کرنے والے یہی ہیں لیکن یہ بے شعور ہیں۔

اسی گروہ کے چند لوگ تھے جو اپنی چرب زبانی، شیریں بیانی اور منافقانہ باتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھانے کی کوشش کرتے تھے، اندیشہ تھا کہ بر بنائے بشریت حضورؐ ان کی باتوں میں نہ آجائیں اس لئے اللہ تعالٰی نے آپ کو اس سے خبردار کیا اور فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۞ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۞ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۞ (البقرہ)

اور اے محمد! بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ دنیا کی زندگی کے بارہ میں گفتگو کرتے ہیں اور اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتے ہیں تو آپ کو ان کی باتیں بھلی لگتی، حالانکہ یہ آپ کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ اور جب یہ لوگ آپ سے رخصت ہو کر جاتے ہیں تو زمین میں فساد پیدا کرنے اور لوگوں کے کھیتوں اور ان کی نسلوں کو تباہ وبرباد کر دینے کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں، حالانکہ اللہ فساد پسند نہیں کرتا، اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو ان کی نخوت ان کو اور گناہوں پر اکساتی ہے، تو پھر ایسے لوگوں کا ٹھکانہ تو دوزخ ہی ہوگی اور یہ بہت بڑا ٹھکانہ ہے۔

کوئی کہاں تک گنائے، شر وفساد اور ظلم وجور کی شدید مذمت وقباحت اور فتنہ انگیزوں، فساد پروروں اور ظالم وقہر سامانوں کے لئے سخت وعید اور عذاب جہنم کی آیات سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے، اس لئے نیابت الٰہی کے منصب کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ اللہ کی سرزمین سے ان چیزوں کا بیخ وبُن سے قلع قمع کر کے امن وامان اور عافیت وسکون کی فضا قائم کرنے، نائبِ الٰہی کی زندگی کا مشن یہی ہے اور اور اسی کے لئے اسے جینا اور مرنا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس مشن کی تکمیل کس طرح ہوگی؟ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اس مشن کی تکمیل قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے سے ہوگی، یہ بات میں شروع میں ہی عرض کر دوں کہ جہاں تک دنیا میں امن وامان قائم کرنے کا تعلق ہے جس کے باعث انسانیت اپنے حفظ وبقاء میں چند در چند خطرات سے دوچار ہے، میں جس اسلامی نظام پر گفتگو کروں گا وہ اپنی طبیعت اور فطرت کے اعتبار سے اس درجہ سیکولر ہے کہ جیسا کہ پروفیسر Toynbi وغیرہ نے کہا ہے غیر مسلم قومیں بھی اسے CHARTISDY کے UNITADNATIUNS کی طرح بے تکلف اختیار کر HUMAN RIBHTS سکتی ہیں، فرق صرف ATHITUDE اور APPROACH کا ہوگا۔ اب آئیے! اسلامی نظام کا جائزہ لیں۔

اسلام عقیدہ اور عمل کا نام ہے، کوئی عمل انفرادی ہو یا اجتماعی، اس میں استواری، خلوص اور ولولہ وجوش اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا جب تک اس کی اساس کسی محکم عقیدہ پر نہ ہو، اس بنا پر اسلام نے عقیدہ پر بار بار بہت زور دیا ہے، اسلامی عقیدہ کے دو جز محرک عمل ہونے کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں، ایک ایمان باللہ اور دوسرا الیوم حساب یعنی مکافات عمل پر ایمان، اسلام نے ان دونوں کا اہتمام اس درجہ کیا ہے چونکہ مکہ کی زندگی تخم ریزی کا عہد تھا اس لئے قرآن مجید کی مکی سورتیں اکثر وبیشتر انہیں دو چیزوں کے نہایت پُر زور بیانوں پر مشتمل ہیں، اس کا نتیجہ اور اثر یہ ہے کہ اچھا ہو یا بُرا مسلمان اپنے ہر عمل کیلئے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جواب دہ اور مسئول سمجھتا اور اسکے مطابق قیامت کے دن جزا یا سزا کا سزاوار یقین کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی تیرہ برس کی زندگی میں اس عقیدہ کی تخم ریزی اس شدت اور قوت سے کی کہ پھر اسکے بعد مدینہ کے دس برسوں میں احکام وتعلیمات اسلام کے درس وارشاد کے ذریعہ پوری تاریخ عالم کا رُخ موڑ دیا اور دنیا جو جہنم کدۂ شر وفساد بنی ہوئی تھی۔ وہ بہشت امن وعافیت میں تبدیل ہوگئی، یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہو سکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیمات دیں ان سے انسان کی تہذیبی اور اجتماعی ھ

ھ زندگی میں فتنہ وفساد اور ظلم وجور کے تمام اسباب کا قلع قمع خود بخود ہو جاتا ہے۔

بن آئی

ابوالکلامیات

علم کو مقصدِ حیات بناؤ!

مولانا ابوالکلام آزادؒ کا طلباءِ دارالعلوم دیوبند سے خطاب (۱۹۵۵ء)

"عزیزانِ ملت! یاد رکھیے! دنیا نے علم کو ہمیشہ وسیلہ سمجھا مگر مسلمانوں کی خصوصیت یہ ہے، کہ انہوں نے کبھی علم کو وسیلہ نہیں سمجھا بلکہ مقصد سمجھا۔

علم دین وسیلہ نہیں بلکہ مقصد ہے۔

اس کو کسی وسیلہ کے لئے حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ اس کا حصول فرض ہے (طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلمٍ ومسلمۃ (الحدیث)

مسلمانوں نے ہمیشہ علم کو علم کے لئے سیکھا ہے۔ وسیلہ کے لئے نہیں سیکھا۔ مسلمانوں نے کبھی بھی علم کو اس لئے حاصل نہیں کیا کہ اس کے ذریعے سے معیشت حاصل کریں گے یا کسی سرکاری منصب پر فائز ہوں گے۔ مسلمانوں نے ذریعہ معیشت کسی اور چیز کو بنایا اور علم کو صرف علم کے لئے اور اسی کو اپنا مقصد بنایا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ جن کی فقہ پر کروڑوں مسلمان عمل کرتے ہیں۔ وہ بزاز تھے۔ انہوں نے اپنے وسیع علم کو معیشت نہیں بنایا بلکہ ذریعہ معیشت پارچہ فروشی تھا۔

حضرت امام معروف کرخیؒ موچی تھے۔ [illegible] تم ان پیشوں کو سننے کے لئے بھی تیار نہ ہوگے۔ مگر جن امام کرخیؒ کے احترام کے لئے تمہارے دلوں کے دریچے کھل جاتے ہیں۔ وہ کرخ کے بازار میں نکل جاتے تھے اور راستہ چلنے والوں میں سے کسی کا جوتا ٹوٹا ہوتا تو اس کو سی دیا کرتے تھے اور اس کی اجرت سے اپنی ضروریات پوری کر لیا کرتے تھے۔

شمس الائمہ کا نام بھی حلوائی پڑ گیا تھا۔ ایک طرف خطاب شمس الائمہ اور دوسری طرف حلوائی۔ یعنی اتنا بڑا عالم حلوہ فروش بنا ہوا تھا۔"

المرسل:۔
ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی
دارالشفاء، ایبٹ آباد

ایڈیٹر کے نام

بگرامی خدمت مولانا سعید الرحمن علوی صاحب
دامت برکاتہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

خدام الدین کا ۲۸ر جنوری کا اداریہ نظر نواز ہوا جو بے حد قابل تحسین اور ہر لحاظ سے عمدہ ہے۔ آپ نے بریلوی علماء کو جس حُسنِ انداز سے مؤثر اور مسکت جواب دیا ہے۔ جمعیۃ اہلسنت اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ آپ نے ایک جامع اور مدلل تحریر پیش کر کے دیوبندی مسلک کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ جمعیت اہلسنت اس حمیّت اور جرأت مندانہ اقدام پر آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرتی ہے۔ ع۔

"اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ"

وقتی مصلحتوں پر اپنا مسلک اور اکابر کا تقدس قربان کرنا دانش مندی نہیں ہے۔ اب بریلوی علماء کو وحدت ملی کے لئے عملی پیش رفت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

محمد عبداللہ
امیر جمعیت اہل سنت والجماعت پاکستان

زکوٰۃ و عُشر سے مستثنیٰ کیوں؟

محمد انور قریشی صاحب

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ پاکستان میں اب اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے فقہ اسلامی نافذ ہو رہا ہے۔ اگرچہ موجودہ طریق کار میں بڑی سست رفتاری ہے تاہم یہ بات باعثِ تسکین ہے کہ جلد نہیں تو بدیر اسلامی نظام نافذ ہوگا۔ انشاء اللہ!

الحمد للہ! صدر پاکستان نے ۱۲ر ربیع الاول ۱۴۰۰ھ کو زکوٰۃ اور عشر کا قانون نافذ کیا مگر پاکستان کے شیعہ صاحبان کو زکوٰۃ کی وصولی سے مستثنیٰ کر دیا۔ جو شخص فارم پر حلفیہ بیان تصدیق کروا دے کہ وہ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا ہے تو بنک اس کے اکاؤنٹ سے زکوٰۃ وصول نہیں کرے گا۔ حکومت نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا کہ شیعہ صاحبان نے تحریک چلائی اور اسلام آباد کے سیکرٹریٹ کا گھیراؤ کیا۔ ہمارے خیال میں حکومت نے یہ فیصلہ جلد بازی اور دباؤ میں کیا ہے۔ اگر حکومت نے مستقبل میں ہونے والے انتشار و افتراق اور فسادات کا اندازہ کیا ہوتا تو ایسے قوانین کی منظوری نہ دیتی۔

عقیدہ کی تبدیلی

زکوٰۃ کی وصولی صرف ظاہری دولت پر بنکوں کے ذریعے کی گئی ہے جن میں اکثر شہری لوگ اپنا حساب و کتاب رکھتے ہیں۔ وہ تعلیم یافتہ ہیں اور ان کا دین سے گہرا تعلق ہے۔ تاہم ایسے احباب کی تعداد کافی ہو گی جنہوں نے محض ½ فیصد زکوٰۃ کی رقم بچانے کے لئے سُنّی ہونے کے باوجود اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کیا ہوگا۔

اب ۱۵ر مارچ ۱۹۸۳ء سے عشر کی وصولی شروع ہے مگر عشر میں شیعہ صاحبان کو مستثنیٰ کرنے کے نتائج بڑے سنگین ہوں گے عشر ادا کرنے والے کسانوں کی تعداد لاکھوں میں ہے ان میں اکثر غیر تعلیم یافتہ بلکہ جاہل ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو صحیح طیبہ نہیں سنا سکتے اور ایسے بھی جنہیں نماز نہیں آتی ہے دیہاتوں میں شہروں کی طرح اکثر درس، تبلیغ اور دینی جلسے جلوس نہیں ہوتے ہیں۔ ان کا سب سے زیادہ فکر حصولِ معاش ہوتا ہے اس لئے ہمیں شدید اندیشہ ہے۔ اور یہ اندیشہ برحق ہے کہ نچلے اور متوسط درجے کے سُنّی زمیندار اور ان کی برادری خود کو شیعہ تحریر کرنے سے اعراض نہیں کریں گے تاکہ وہ عشر کی وصولی سے بچ جائیں۔ چند سالوں میں وہ شیعہ عوام سے گھل مِل جائیں گے اور شیعہ کہلائیں گے۔ عشر کا قانون نافذ کرنے اور شیعہ عوام کو مستثنیٰ کرنے سے حکومت سنّی کسانوں کو ترغیب ہی نہیں دے رہی ہے بلکہ معاشی و معاشرتی حالات کے پیشِ نظر مجبور کر رہی ہے کہ وہ شیعہ عقیدہ اختیار کریں۔ حکومت کو غریب، بے علم سُنی مسلمانوں کے ایمان کی آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہئے۔ یہ مسئلہ صرف عشر فنڈ میں کمی سے غربا کی حق تلفی کا نہیں ہے بلکہ لالچ اور دباؤ کے تحت سنّی مسلمانوں کا عقیدہ تبدیل کرنے کا ہے۔ اس استثنیٰ کے سبب علماء کرام اور عوام میں سنگین ردِ عمل شروع ہو گیا ہے۔

جو کہ قدرتی امر ہے۔

پاکستان کا آئین

پاکستان میں سنی مسلمانوں کی بڑی بھاری اکثریت ہے۔ اور شیعہ فرقہ تین فیصد سے کم ہے، حدود و تعزیرات میں شیعہ کے لئے فقہ جعفریہ کے مطابق قانون سازی اور ایک ہی ملک میں ایک ہی جرم پر مختلف سزائیں دینا مضحکہ خیز ہے۔ ظاہر ہے کہ پاکستان کا قانون جس کا تعلق ملکی اور اجتماعی معاملات سے ہو وہ عظیم اکثریت کے فقہ کے مطابق ہونا چاہئے اور صرف شخصی معاملات و تعلیم میں اقلیتی فرقے کے مطابق فیصلوں کی اجازت دی جائے ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں یہ بات صاف الفاظ میں تحریر ہے کہ پاکستان کے قوانین قرآن و سنت کے مطابق ہوں گے۔ حکومت نے زکوٰۃ و عشر کے ترمیم آرڈیننس نمبر ۵۲-۱۹۸۰ مورخہ ۲۹ راکتوبر ۱۹۸۰ء کے ذریعے شیعہ صاحبان کو زکوٰۃ و عشر دینے سے مستثنیٰ کیا ہے۔ اس کا کوئی شرعی جواز نہیں ہے۔ حکومت اس قدر ایمانی اور انتظامی کمزوری کا ثبوت کیوں دے رہی ہے۔ جس کے دور رس اور سنگین نتائج ہو سکتے ہیں لہٰذا فقہ اسلامی مستقل مزاج تدبر اور جرأت کے ساتھ نافذ کرنا چاہئے اور دباؤ و دھرنا کے زیر اثر کئے گئے فیصلے واپس لئے جائیں۔

ایران کا آئین

ایران میں مسلمانوں کی تعداد چار کروڑ ہے شیعہ ۶۵ فیصد ہیں اور سنی مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ چالیس لاکھ یعنی ۳۵ فیصد ہے۔ سُنّی احباب کی اس قدر بڑی تعداد ہونے کے باوجود ملکی اور اجتماعی معاملات کے لئے تمام ایران میں اکثریت کا فقہ جعفریہ جاری ہے اور سنی احباب ان قوانین سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ایران کے سُنّی علاقوں میں صرف شخصی و تعلیمی معاملات میں سُنّی احباب کو اپنے مسلک پر عمل کرنے کی اجازت ہے۔ جناب خمینی صاحب کے نفاذ کردہ ایرانی آئین کی دفعہ ۱۳ انصاف، فراست اور اعلیٰ حکمت پر مبنی ہے۔ پاکستان کے قانون میں اس قسم کی دفعہ شامل کر دی جائے۔ اس طرح دونوں ممالک کے اسلامی قوانین میں ہم آہنگی ہو گی۔ اور دوسرے اسلامی ممالک کے لئے احسن مثال ہو گی۔

انگریز کے ڈیڑھ سو سالہ دور میں بھی پبلک لاء ایک تھا۔ اور پرسنل لاء (شخصی قانون) مختلف فرقوں کے مطابق تھا۔ شیعہ صاحبان نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا تھا اس لئے پاکستان میں اسلامی پبلک لاء پر معترض ہونے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ایران کے آئین کی دفعہ ۱۳ کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"ایران کا سرکاری دین اسلام ہے اور مذہب جعفری کیونکہ مسلمانان ایران کی اکثریت کا یہ مذہب ہے اور دوسرے اسلامی مذاہب زیدی، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بھی محترم اور معتبر ہیں۔ وہ علاقے جہاں ان مذاہب کے پیروؤں کی اکثریت ہے۔ وہاں کے مقامی معاملات شورائی اختیارات کی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے مذاہب کے مطابق ہوں گے۔ لیکن احوال شخصیہ تعلیم اور دینی تربیت میں ہر مسلمان ایران کے ہر علاقے میں اپنے اسلامی مذہب کے مطابق عمل پیرا ہو گا۔"

خلفاء راشدین کا عمل

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے زمانہ خلافت میں جب زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے پر کچھ قبائل نے احتجاج کیا اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آپؓ نے فرمایا:۔

"خدا کی قسم ان لوگوں نے ایک رسی دینے سے انکار کیا جو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان کے ساتھ قتال کروں گا۔"

اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا کہ جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں ان کے ساتھ ہم کیسے جنگ کر سکتے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا:

"خدا کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرتے ہیں۔"

اس پر تمام صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا، جہاد کیا اور زکوٰۃ وصول کر کے دم لیا۔ یہ تحریر کرنا ازحد ضروری ہے کہ قرآن حکیم میں نماز اور زکوٰۃ (جس میں عشر بھی شامل ہے) کا متعدد بار اکٹھا ذکر آیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے بغیر اسلامی نظام مکمل نہیں ہو سکتا بلکہ ناقص اور غیر مؤثر ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں زکوٰۃ اور عشر سب سے وصول کیا تو آج اس میں تفریق کیسے ہو سکتی ہے؟ زکوٰۃ اور عشر کے متعلق شیعہ اور سُنّی فقہی مسائل میں اختلاف بہت کم ہے، یا جزویات میں ہے۔ ہمارے سُنّی اکابر علماء فضلاء کو چاہیئے کہ پوری تحقیق کر کے مستند روایات سے اس کو پایۂ ثبوت تک پہنچائیں تاکہ اسلامی نظام بخیر و خوبی نافذ ہو جائے۔

شیعہ و سُنّی غرباء کا مشترکہ حق

حکومت کے تمام عہدے اور آمدن کے تمام ذرائع صدارت، وزارت، تجارت، شیعہ صاحبان کے لئے یکساں حاصل ہیں اور وہ ہمیشہ سے ان سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے غرباء کی مالی امداد کے لئے حکومت شیعہ سے زکوٰۃ اور عشر ضرور وصول کرے کیونکہ یہ قرآن حکیم کا واضح حکم ہے، یہ غرباء کا حق ہے اور یہ حق دلوانا اسلامی حکومت کی اہم ذمہ داری ہے ارشاد رب العزت ہے:۔

"جن کے مالوں میں سوالی اور غیر سوالی سب کا حق ہے۔"

(معارج ۲۵)

اس فنڈ کو پاکستانی مسلمانوں میں بلاتفریق شیعہ و سنی تقسیم کیا جائے کیونکہ یہ سب کا مشترکہ حق ہے۔ اگر شیعہ اور سنی غرباء میں تخصیص کی گئی تو آپس میں معاشی، معاشرتی اور باہمی محبت کے اسلامی رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ کیا شیعہ صاحبان علیحدہ اقلیت بننا چاہتے ہیں جب کہ یہ ان کے لئے ہر پہلو سے نقصان دہ ہے اور ہم بھی ایسا نہیں چاہتے ہیں؟

علماء کرام کا فرض

ہمیں افسوس ہے کہ سُنّی علماء کرام فروعی، فرعی اور مسلک کے اختلافات کی تعلیم، تدریس اور تبلیغ میں بیشتر وقت صرف کرتے ہیں۔ انگریز کی غلامی کے دور میں فقہی مسائل محدود تھے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے متعلق پیچیدہ مسائل حل طلب نہ تھے۔ اب علماء کرام کو اسلامی نظام کے نفاذ اور اس پر مؤثر عمل کے لئے جس سے معاشرے کی نمایاں اصلاح ہو تمام مسائل پر غور و فکر اور تعلیم و تدریس کرنی چاہیئے۔ علماء کرام مساجد اور دارالعلوم کی چاردیواری کے معاملات اور نظام پر ہی سوچ و فکر نہ کریں بلکہ پاکستان اور چالیس پچاس دوسرے اسلامی ممالک میں اسلامی نظام کے نفاذ کو نصب العین بنائیں۔ علماء کرام کو مومن کی فراست، وسعتِ قلب اور اعلیٰ ظرف کے ساتھ دنیاءِ اسلام کے سو کروڑ مسلمانوں کو ایسے دین اسلام کی تعلیم دینی چاہیئے جس کی بنیاد ایک اللہ، ایک قرآن، ایک رسولؐ، ایک کعبہ اور ایک ہی فقہ اسلامی ہو۔

فرقہ داری سے مبرّا ایسا دین اسلام ہو جس کی دعوت ہم چار سَو کروڑوں کافروں کو دے سکیں۔ اگر ہم اسلام کو مختلف ٹکڑوں، عقیدوں اور فرقہ عی اختلافات سے بھرپور شکل میں پیش کریں گے تو مسلمان نوجوان اس سے بدظن ہوں گے۔ اور کفار دین اسلام کی طرف ہرگز مائل نہ ہوں گے۔

مسلمانوں میں قرآن وسنّت اور تعاملِ صحابہؓ پر اتفاق کے باوجود کتنے افسوس کی بات ہے کہ علماء ان کو اجاگر کرنے کی بجائے اختلافات کو ہمہ وقت بڑھاتے اور بھڑکاتے رہتے ہیں۔ ہمیں تو اپنی تمامتر علمی اور تحقیقی قوتوں کو باہمی یگانگت ثابت کرنے پر صرف کرنی چاہئیں۔ اور ملّت واحدہ کی فضا پیدا کرنے کی سرتوڑ کوشش کرنی چاہیئے۔ شعبہ تحقیق اسلامی، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام سے واقف ججز اور وکلاء، ایم، اے سیاسیات کے طلبا، بھی ایسی ہی مثبت علمی تحقیق کریں۔ یہ دین اسلام کی عظیم خدمت ہوگی۔

ہم دھمکی، دھونس، دھرنا اور دھماکہ کے زبردست مخالف ہیں۔ اور سنی ہوں یا شیعہ سب کو اس سے پرہیز کرنی چاہیئے۔ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مسائل کے حقیقی اسلامی حل تلاش کرے اور دھمکی اور تشدد سے ہرگز مرعوب نہ ہو۔ یہ ملک کے امن و استحکام کے لئے انتہائی نقصان دہ ہوگا پاکستان میں چند فیصد شیعہ کو بخوشی وہ تمام آئینی حقوق دئے جائیں جو ایران میں ۳۵ فیصد سُنّیوں کو حاصل ہیں۔

بقیہ: اسلام کے خلاف ......

کے افتتاح کی خوشی میں اپنے ہمسایہ مسلمانوں کو چڑانے کے لئے شیرینی تقسیم کی تھی، انہوں نے یہ دیکھ کر کہ ان کی جماعت کی طرف سے اس فتحمندی کے مظاہرہ کے خلاف کوئی ردعمل نہیں ہوا، ایک قدم اور بڑھایا چنانچہ گذشتہ ربیع الاوّل میں انہوں نے زنانہ محفل میلاد نبوی صلعم کے بہانہ سے محلہ کی مسلمان خواتین کو اپنے مکان پر مدعو کیا۔ چنانچہ کچھ خواتین نے، محض اس خوش فہمی کی بناء پر کہ ایسی محفل میں تو سیرت نبوی صلعم کے علاوہ اور کسی موضوع پر تقریر ہو ہی نہیں سکتی، شرکت کی۔ لیکن وہاں جو تقریر ہوئی اور ان کی بیگم صاحبہ اور ان کی ہم عقیدہ عورتوں نے شرکت کرنے والی مسلمان خواتین سے جو گفتگوئیں کیں وہ سیرت نبوی صلعم پر تو برائے نام تھیں، اصل موضوع انکارِ ختم نبوت رہا جس میں انہوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ وعقائد میں وہی فرسودہ وابلہ فریب دلائل دئے جو اب تک دئے جاتے رہے ہیں اور جن کی تردید قرآن وحدیث سے دُنیا بھر کے علمائے اسلام مرزاجی کے زمانہ سے اب تک کرتے رہے ہیں۔ لیکن اس محفل میں شرکت کرنے والی کم فہم وکم علم مسلمان خواتین ان عورتوں کے دلائل کا توڑ تو نہ کر سکیں البتہ بعض مسلمان خواتین کے ذہنوں میں شکوک و شبہات ضرور پیدا ہوگئے اور یہی ان صاحب کا کم سے کم مقصد تھا۔

ماضی قریب میں ہونے والے ان لوگوں کی جسارت کے یہ دو واقعات ان کے مستقبل کے غمّاز ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ارباب حکومت، علمائے کرام اور نفاذ اسلام وقیام نظام مصطفیٰ صلعم کے سیاسی ڈھنڈورچی ان لوگوں کے منصوبوں کے توڑ کے لئے کیا سدباب کرتے ہیں جو اسی لاپرواہی کا ثبوت دیتے ہیں جو ان مدعیان اسلام کے شناختی کارڈوں اور پاسپورٹوں پر ان کے عقیدہ کے متعلق اندراج حذف کئے جانے پر دے رہے ہیں۔

(جس پمفلٹ کے اس مضمون میں حوالے ہیں وہ ہمارے پاس محفوظ ہے لیکن حکومت نے اس پر کیا کاروائی کی اس کا دور دور پتہ نہیں —— ادارہ)

> ○ —— وہ رزق کی فراخی جس پر شکر نہ ہو اور وہ معاش کی تنگی جس پر صبر نہ ہو فتنہ بن جاتے ہیں۔
> ○ —— جو خدا سے واقف ہو جاتا ہے وہ مخلوق کے سامنے متواضع ہو جاتا ہے۔
> ○ —— شکستہ قبروں پر غور کرو کہ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔
> ○ —— بدگمانی تمام فائدوں کو ضائع کر دیتی ہے۔

خسروی
کراچی

اسلام کے خلاف ایک اور کمین گاہ

باوجودیکہ کہ پاکستانی آئین وقانون کی رُو سے متنبی قادیان کی امت کے دونوں فرقوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے (جس کی توثیق دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم "رابطۂ عالم اسلامی" نے پورے عالم اسلام کی ایک سَو چالیس ۱۴۰ سے زائد سربرآوردہ تنظیموں کے ایک مشترکہ اجلاس میں بھی کی ہے) لیکن ہماری اب تک کی حکومتوں کی نام نہاد اسلامی رواداری، وسیع القلبی اور فراخ ذہنی کے نتیجہ میں ہر شہری وعسکری ادارہ کے ہر شعبہ کے اعلیٰ مناصب پر اس کے افراد کے تمکن وتسلط کے زور وزعم پر اب اس جماعت کی جسارت وجرأت جتنی بڑھتی جا رہی ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے ان لوگوں کی دیدہ دلیری کا ایک تازہ واقعہ عامۃ المسلمین کی توجہ اور ارباب اقتدار، علمائے کرام ومشائخ عظام کے خصوصی غور اور فکر کے لئے پیش ہے۔

برسوں سے ہمارے محلہ (ناظم آباد ۴/ڈی) میں صرف ایک صاحب اس امت کے رہتے ہیں، جو بلاشبہ ایک اچھے ہمسایہ ہیں۔ اب سے پہلے یہ تو ہوتا رہا ہے کہ ان کی خواتین اپنی ہمسایہ نیز دیگر ملاقاتی خواتین کو اپنی جماعت کا لٹریچر دے کر پڑھنے کی ترغیب وتحریص اور زبانی بھی تبلیغ کرتی رہی ہیں، لیکن خود ان صاحب یا ان کے صاحبزادوں نے کبھی مردوں میں اس موضوع پر کوئی بات اشارۃً بھی نہیں کی۔ چنانچہ بہت سے ہم محلہ تو ان کے عقائد سے ہی ناواقف تھے اور انہیں مسلمان ہی سمجھتے تھے۔

۱۰/۹/۸۲ کو (یعنی ٹھیک اُس دن جب اس جماعت کو کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کی عدالت میں (وہاں کے وقت کے مطابق) شام کے چار بجے، مسلمانوں کے خلاف حکم امتناعی کے اجراء کے مقدمہ میں شکست ہوئی) ان صاحب نے اپنے جاننے والے تمام اہلِ محلہ مسلمانوں کے گھر گھر خود جا کر شیرینی کا ایک ایک ڈبہ پہنچایا اور جب پوچھا گیا کہ یہ مٹھائی کس تقریب میں ہے، تو بتایا کہ یہ اس بات پر اظہار مسرت ہے کہ ہسپانیہ میں (۷۱۱ سے ۱۴۹۲ عیسوی تک) آٹھ سو سال تک قائم رہنے والی اسلامی حکومت کے زوال کے بعد ایک پہلی مسجد کا افتتاح آج ہو رہا ہے، جس کے لئے ہماری جماعت ۱۹۴۶ء سے اب تک جدوجہد کر رہی ہے۔ اپنی جماعت کی ۳۶ سالہ ان مساعی اور بالآخر اب کامیابی کی تفصیلات سے واقف کرانے کے لئے انہوں نے تقریباً ۴ × ۹ کا تین تہہ کیا ہوا، چھ صفحات کا ایک کتابچہ بھی مٹھائی کے ہر ڈبے کے ساتھ تمام مسلمانان محلہ میں تقسیم کیا، جس کی تفصیلات وعبارات حسب ذیل ہیں:-

سرورق (صـ۱): خانہ کعبہ وحرم کی ۲/۱ ۳ × ۲/۱ ۱ کی ایک مدھم تصویر، جس میں مطاف میں نمازیوں کو سربسجود دکھایا گیا ہے۔ اس تصویر کے نیچے پورا کلمہ طیبہ، اُس سے نیچے برآمدہ نما، چودہ در کی ایک عمارت جس کے سامنے ایک وسیع چبوترہ کا صحن۔ اس عمارت کی پُشت پر داہنی طرف ایک اور بلند تر عمارت، جس کے سامنے کے رُخ پر دونوں طرف کلس دار ایک ایک مینار، ان دونوں میناروں کے وسط میں دروازہ پر ایک چھوٹا سا گنبد اور اُس سے ملحق بھی دونوں طرف ایک ایک چھوٹا مینارچہ۔ اس چودہ ۱۴ دری دالان نما تعمیر کی پُشت، پر بائیں کونے میں ایک بلند شش پہلو عمارت پر ایک گنبد مع کلس کے، جس میں یا نو دفتری کمرے ہیں یا جماعت کے اجتماعات کے لئے سماعت گاہ (آڈیٹوریم) اور کتب خانہ اور ریڈنگ روم وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ اس تصویر کے نیچے بہت جلی قلم سے اس عمارت کا نام "مسجد بشارت" تحریر ہے اور اس کے نیچے "پیڈرو آباد (سپین)" نسبتاً کم تر جلی تحریر میں رقم ہے۔ پھر اس سے نیچے، تیسری سطر میں "افتتاح:- ۱۰ دسمبر ۱۹۸۲ء" مرقوم ہے۔ اور سب سے آخر کی سطر میں، دو متوازی خطوط کے درمیان، اس کتابچہ کے ناشرین کا

نام "نظامت اشاعت لٹریچر و تصنیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان، ربوہ" چھپا ہوا ہے۔

صفحہ ۲:۔ سب سے اوپر بسم اللہ بصورت طغریٰ اور اس کے نیچے بہت خوبصورت نسخ رسم الخط میں نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ تحریر ہے۔ اس کے بعد منقولہ ذیل عبارت مرقوم ہے:۔

"قرطبہ کے تاریخی شہر سے ۱۶ میل دُور سپین کی قومی شاہراہ پر واقع قصبہ پیڈرو آباد میں ساڑھے سات سو سال بعد تعمیر ہونے والی مسجد بشارت کا افتتاح ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کو جماعت احمد کے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد فرما رہے ہیں۔"

"بیسویں صدی کے سپین میں مسجد کی تعمیر شاید عجوبہ نظر آئے لیکن آج سے آٹھ سو سال پہلے سپین جو اندلس کہلاتا تھا، مساجد سے معمور تھا، جن میں اہلِ سپین کی جبینیں خدائے واحد کے آستانہ پر سجدہ ریز ہوتی تھیں۔ صرف قرطبہ شہر میں چھ سو مساجد تھیں اور یہاں کی جامع مسجد (جو اب تک موجود ہے) اپنی خوبصورتی اور فن تعمیر کا شاہکار ہونے کی وجہ سے ساری دنیا میں مشہور تھی۔"

"براعظم یورپ میں سپین وہ واحد ملک ہے جو آٹھ سو سال یعنی ۷۱۱ء سے ۱۴۹۲ء تک اسلامی تہذیب کا گہوارہ رہا ہے۔ یورپ جب قرونِ مظلمہ کی لامتناہی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا تو سپین اسلام کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں رشد و ہدایت، آزادئ ضمیر، روشن خیالی، علوم و فنون، سائنس، طب اور فلسفہ کا مرکز تھا۔ یورپ کا احیائے علوم (Renaissance) کا دَور اسلامی سپین کی درسگاہوں کا ہی رہینِ منت ہے۔ سپین کا یہ سنہری دَور، جو ۱۵ ویں صدی کے آخر تک رہا، سارے یورپ کے لئے مشعلِ راہ تھا اور اسے غالباً آج فراموش کر دیا گیا ہے دنیا نے سمجھا کہ اب سپین میں اسلام ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے، لیکن آسمان پر مقدر تھا (صفحہ ۳ شروع) کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے دَور میں سپین ایک بار پھر اسلام کے انوار سے منوّر ہو۔"

صفحہ ۳:۔ "اسلام کی نشأۃ ثانیہ:

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵-۱۹۰۸ء) نے اس زمانے میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے یہ دعویٰ فرمایا کہ وہی مہدئ معہود اور مسیح موعود ہیں جس کی خبر الٰہی نوشتوں میں دی گئی تھی۔ آپ نے دین حق کی حمایت میں ایسا گراں قدر سرمایۂ تصانیف چھوڑا ہے جو اس زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ پر زندہ ایمان پیدا کرتا ہے۔ آپ نے ایک عظیم روحانی انقلاب کی بنیاد رکھی اور قیامت تک کے لئے ایک ایسی فعّال جماعت (اس عبارت کے نیچے ایک "۱½×۲" کی تصویر ہے جس کے نیچے "حضرت مرزا غلام احمد قادیانی" تحریر ہے) کی داغ بیل ڈالی جو روح القدس سے تائید پا کر دنیا کے کناروں تک قرآن کریم کی تعلیمات پہنچا رہی ہے۔ اب جب کہ اس جماعت کی عُمر ایک سَو سال ہونے والی ہے، ساری دنیا میں اس کے ماننے والوں کی تعداد ایک کروڑ تک پہنچ چکی ہے۔ جماعت احمدیہ میں اس کے بانی کی وفات کے بعد خلافت کا اسلامی نظام قائم ہے جس کی رہنمائی میں جماعت احمدیہ ساری دُنیا میں اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ قریبًا ہر ملک میں (صفحہ ۴ شروع) اس کے مشن اور مساجد قائم ہیں۔ متعدد زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کئے جا چکے ہیں۔ مغربی افریقہ کے ممالک میں جماعت کی طرف سے وسیع پیمانے پر تعلیمی درسگاہیں اور میڈیکل سنٹر کھولے گئے ہیں۔ اس جماعت کا موجودہ مرکز ربوہ پاکستان (میں) ہے۔ جہاں سے ساری دنیا میں قرآنی انوار کی اشاعت کے لئے مبلغین روانہ کئے جاتے ہیں۔

صفحہ ۴:۔ (منقولہ صدر عبارت کے نیچے داہنی طرف "۱½×۲" کی ایک تصویر ہے، جس کے نیچے "حضرت حاجی الحرمین حکیم نورالدین" مرقوم ہے اور اسی کے برابر بائیں طرف ایک اور تصویر "۱½×۲" کی ہے، جس کے نیچے "حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد" تحریر ہے۔ اس کے بعد:۔)

"حضرت بانئ جماعت احمدیہ کی وفات کے بعد حضرت حکیم نور الدین جماعت کے پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں ان کی وفات کے بعد بانئ جماعت کے مبشر فرزند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ نے ۱۹۶۵ء میں وفات پائی۔ اپنی خلافت کے اکیاون ۵۱ سالہ دَور میں آپ نے دنیا کے اہم ممالک میں جماعت کے مشن قائم فرمائے اور دین حق کی عالمگیر تبلیغ کی مہم کو مضبوط بنیادوں پر استوار فرمایا۔ انہی دنوں میں ایک اہم مشن سپین میں کھولا گیا۔"

"جنگ عظیم کے ختم ہونے کے فوراً بعد آپ کے حکم پر جناب کرم الٰہی ظفر ۳ جون ۱۹۴۶ء کو سپین پہنچے۔ آپ نے انتہائی نامساعد حالات میں نہایت صبر اور دعاؤں کے ساتھ اس سرزمین میں تبلیغ دین کی مہم شروع کی مکرم ظفر صاحب نے مذہبی اور سیاسی پابندیوں کا ایک صبر آزما اور طویل دَور نہایت (صفحہ ۵ شروع) صبر، استقامت اور جاں فشانی سے گذارا۔ یہ وہ دَور تھا جب ان کو مرکز سے کوئی مالی امداد بھی نہیں پہنچائی جا سکتی تھی۔ چنانچہ یہ مردِ مجاہد عطر اور خوشبویات بنا کر اہلِ سپین کے قومی تہواروں اور میلوں میں ریڑھی لگا کر فروخت کر کے گذارہ کرتے رہے آپ نے اہل سپین کو جہاں مادی عطریات اور خوشبوئیں مہیا کیں وہاں اسلام اور قرآنی تعلیمات کے روحانی عطروں سے بھی اہلِ سپین کی روحوں کو معطّر کیا۔ انشاء اللہ یہ روحانی خوشبو ایک دن سارے سپین کی فضا کو مسحور کر دے گی۔"

"۱۹۷۰ء میں جب جماعت احمدیہ کے تیسرے امام، حضرت حافظ مرزا ناصر احمد سپین تشریف لے گئے تو آپ قرطبہ کی جامع مسجد کو بے آباد دیکھ کر (اس عبارت کی بائیں طرف "۱½×۱¾" کی ایک تصویر ہے، جس میں ایک شخص سفید صافہ اور رنگین قمیص شلوار میں ملبوس، ایک چھوٹے سے آہنی پہیوں دار ٹھیلے پر رکھی ہوئی ٹرے میں رکھے ہوئے سامان پر دونوں ہاتھ رکھے کھڑا ہے اور تصویر کے نیچے "مولوی کرم الٰہی ظفر مبلغ سپین" لکھا ہے) بے چین ہو گئے اور آپ کے دل میں شدید تڑپ پیدا ہوئی کہ یہ سرزمین ایک دفعہ پھر اسلامی مساجد سے آباد ہو۔ آپ نے اللہ تعالےٰ کے حضور گریہ و زاری سے دعائیں کیں۔ خدا تعالےٰ نے آپ کی دعائیں سُنیں اور آپ کو بتایا گیا قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا۔ کہ ہر کام کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک وقت مقرر ہے) حضور کی دعاؤں اور توجہ کے نتیجہ میں اب سپین میں ایک تیسرے دَور کا آغاز ہُوا ہے، جبکہ پابندیوں اور محکومیت کی ایک طویل رات کے بعد حریّت ضمیر اور آزادئ مذہب کی صبح سپین میں طلوع ہو چُکی ہے۔ موجودہ حکومت نے ملک میں عام مذہبی آزادی کی اجازت دی ہے۔ یہ صبح آزادی جہاں اہلِ سپین کے لئے خوشیوں اور مسرّتوں سے بھرپور زندگی کا پیغام لائی ہے، وہاں اس صبح کے طلوع ہونے کے ساتھ جماعت احمدیہ کی تبلیغی جدوجہد نے بھی، جو ایک عرصہ سے پابندیوں میں جکڑی ہوئی تھی آزادی (صفحہ ۶ شروع) کا سانس لیا ہے۔ آزادئ مذہب و ضمیر کے اس نئے دَور میں اب خدا کے فضل سے اُس مبلغ کی تکلیفوں کا سلسلہ بھی ختم ہُوا ہے۔ ایک مذہبی جماعت ہونے کے لحاظ سے ہمارے نزدیک یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ اس مبلغ کی متضرعانہ دعائیں بھی اس نئے دَور کے شروع ہونے کا سبب بنیں۔"

"اس نئے دَور آزادی میں سپین کے ایک محدود حلقے میں محبت اور رواداری کی فضا پیدا ہوئی ہے، جس کا ایک پھل اور علامت یہ مسجد ہے جو قریبًا آٹھ سَو ۸۰۰ سال کے لمبے وقفے کے بعد اس ملک میں تعمیر کی گئی ہے۔ (اس عبارت کے نیچے دو تصویریں، ہر ایک "۱×۱½" سائز کی ہیں۔ داہنی طرف والی تصویر کے نیچے "حضرت حافظ ناصر احمد" اور بائیں طرف والی تصویر کے نیچے "حضرت مرزا طاہر احمد" مرقوم ہے) اس لحاظ سے اہلِ سپین بھی ہمارے ساتھ افتتاح کی خوشی میں شریک ہیں، کیونکہ یہ ایک مشترک خوشی، یعنی مذہبی آزادی کا نتیجہ ہے۔ اس مبارک موقع پر ہم اہلِ سپین کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور عالمِ اسلام کو بھی تہنیت کا پیغام دیتے ہیں۔ پیڈرو آباد کے باشندوں کو ۹ اکتوبر ۱۹۸۰ء کا وہ دن خوب یاد ہو گا جب جماعت احمدیہ کے تیسرے امام، حضرت حافظ مرزا ناصر احمد نے دعاؤں کے ساتھ اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ ہسپانوی لوگ اس محبت اور پیار کو کبھی نہیں بھول سکتے جس کا اظہار محبت کے اس سفیر نے کیا تھا اور [illegible] ("[illegible]) [illegible] کا اعلان کرتے ہوئے ان کو دعاؤں سے نوازا تھا۔ آج وہ شفیق ہم میں موجود نہیں، لیکن جب وہ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کو جماعت احمدیہ کے موجودہ امام، حضرت مرزا طاہر احمد اس مسجد کا افتتاح فرمائیں گے تو یقینًا ان کی روح اس مقدس مقصود کے پورا ہونے پر مسرور ہو گی۔" (اس کے بعد، چوطرفہ حاشیہ کے چوکھٹے کے نیچے تحریر ہے) "طابع و ناشر، سید عبد الحیٔ ایم. اے ضیاء الاسلام پریس، ربوہ۔"

جیسا کہ عرض کیا ہے، یہ کتابچہ اور اس کے ساتھ اظہار مسرت و فتحمندی کے لئے شیرینی اور ربوہ اسی دن اس جماعت کے افراد کے ذریعہ مسلمانوں کے گھروں پر پہنچایا

گیا جس سے اگلے دن کے اخبارات میں جنوبی افریقہ کی عدالت عالیہ میں وہاں ان کی تبلیغی انجمن کے حق میں اور مسلمانوں کے خلاف جاری کردہ عبوری حکم امتناعی کے مقدمہ میں ان کی شکست کی خبریں سہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی تھیں۔ اسے کوئی اتفاقی واقعاتی توارد نہیں کہا جا سکتا۔ اُس عدالت میں ان کے مقدمہ کی سماعت کی تاریخ ($\frac{9}{9}$-۸۲) بہت پہلے سے مقرر تھی اور ان کے مرکزی ادارہ کو یقین کامل تھا کہ ان کی اس درخواست میں ایسے اساسی قانونی استقام ہیں جن کی بنا پر وہ لازماً خارج ہو جائے گی اور اس کا نتیجہ عامۃ المسلمین کے لئے باعث فخر و ابتہاج اور خود ان کے افراد کے لئے احساسِ شکست سے بددلی اور ندامت و ذلت کا سبب ہوگا۔ چنانچہ انہیں عواقب و نتائج کی پیش بندی کے مدنظر، اسپین میں اس نام نہاد مسجد کے افتتاح کی تاریخ، جنوبی افریقی عدالت میں سماعت مقدمہ کے لئے مقررہ تاریخ کے ٹھیک دوسرے دن کی مقرر کی گئی اور اس کتابچہ کی صورت میں اعلان فتح ہزاروں کی تعداد میں پہلے سے چھپوا کر پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں اپنے ارکان تک مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے بھیجا دیا گیا جس کا مقصد صریحاً اہل اسلام پر واضح کرنا ہے کہ تم لوگ جنوبی افریقہ میں ہماری اس عبوری شکست پر کیا خوشیاں منا رہے ہو؟ ہمارا فاتحانہ کارنامہ یہ دیکھو کہ ہسپانیہ میں، جہاں تم لوگ ۱۴۹۲ء سے اب تک کوئی مسجد تو کیا بناتے، پرانی مساجد کو بھی واگزار کرا کے حاصل نہیں کر سکے، ہم نے اپنا تبلیغی مرکز اور "مسجد" کے نام سے معبد قائم کر لیا، جو تدریجاً سارے ہسپانیہ کو ہمارا ہم عقیدہ بنا لے گا، جیسا کہ اس کتابچہ میں اس جملہ سے اپنے عزائم کا اظہار کیا ہے کہ "یہ روحانی خوشبو ایک دن سارے سپین کو مسحور کر دے گی"۔

اگر اس امر پر غور کیا جائے کہ حکومت ہسپانیہ، جس نے مسلمانوں کی آج تک کی درخواستوں کو نظر انداز کر کے، کسی نئی مسجد کی تعمیر کی اجازت دینا تو کجا، کسی قدیم مسجد کو بھی واگزار نہیں کیا، ان لوگوں کو یہ خصوصی رعایت دینے پر کیوں آمادہ ہو گئی۔ تو اس کا جواب بغیر کسی تردد و تفکر کے یہ ہے کہ وہ حکومت اس جماعت کو نہ صرف دنیا بھر کے مسلمانوں سے الگ، بلکہ اپنی ہی طرح معاندینِ اسلام میں شامل سمجھتی ہے، لہٰذا دشمن کا دشمن تو لازماً دوست ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر اُس غیر مُسلم حکومت نے ان دشمنانِ اسلام کو اپنے سایۂ عاطفت میں ایک مرکز قائم کرنے میں مدد دی تو یہ بات، دراصل خود اس حکومت کے اسلام دشمن مقاصد کی بنا پر ہے۔ اور اگر یہ جماعت پورے ہسپانیہ کو اپنا ہم عقیدہ بنانے میں کامیاب ہو جائے تو ہسپانیہ کے جنوب میں تمام اسلامی افریقی ممالک میں زیادہ مؤثر تدابیر سے اختلال و انتشار پھیلا سکتی ہے، جو مخالفین کا ہمیشہ مدعا و مقصد رہا ہے۔

کیا ہمارے، نیز دیگر تمام مسلم ممالک کے ارباب حل و عقد، مقتدایان بست و کشاد اور پورے عالم اسلام کے علمائے کرام، مبلّغین عظام اور مشائخ ذوی الاحترام مُسلمۂ قادیان کی اس امت کے اس نعرۂ مبارزت کا کوئی مُؤثر اور عملی جواب دینے کی اہلیت وجرأت رکھتے ہیں؟ بحالات موجودہ تو یہ اُمید موہوم ہی ہے کہ ہسپانیہ میں کسی نئی مسجد کی تعمیر تو کیا، وہاں کی قدیم ترین، عظیم ترین اور جمیل ترین مسجد قرطبہ ہی کو حکومت سے واگزاشت کرا کے صلوٰۃ پنجگانہ نہیں تو کم از کم جمعہ یا عیدین کی نمازوں کے لئے حاصل کر سکیں۔ وہ تو خیر ہے ہی مخالفین کا ملک، ہم تو یہ بھی نہ کر سکے کہ اپنے قریب ترین مغربی ہمسایہ اور باہمی رفاقت کے مدعی ملک ہی کے اہم شہروں میں اہل سنت والجماعت کی عبادات کے لئے تعمیر مساجد کی اجازت حاصل کر سکیں تاکہ وہاں جو ہمارے ہم عقیدہ باشندے رہتے اور جاتے ہیں وہ اپنی مساجد میں علی الاعلان عبادات ادا کر سکیں۔

اس تحریر کا محرک ماہنامہ "البلاغ" کراچی کی جلد ۱۷ کے شمارہ ۱ بابت محرم ۱۴۰۳ھ، نومبر ۱۹۸۲ء کے صفحہ ۳ لغایت ۱۳ پر محترمی مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدمجدہٗ کا اداریہ بعنوان "کیپ ٹاؤن کا مقدمہ" ہوا ہے، جس میں انہوں نے وہاں کی عدالت میں ان لوگوں کی وقتی ناکامی کا حال شرح و بسط سے مرقوم فرمایا ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے اپنی اس عارضی شکست کا جو یہ دندان شکن جواب ہم مسلمانانِ عالم کو دیا ہے اسے بھی برائے توجہ و تفکر و تدبر پیش کر دیا جائے۔

$\frac{9}{10}$-۸۲ کو میرے جن ہم محلہ نے منقولہ بالا مضمون پر مشتمل کتابچے کے ساتھ اپنی اسلام دشمن جماعت کی مساعی سے نو تعمیر شدہ کمین گاہ

(باقی ۲۲ پر)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے۔

تقریر بخاری شریف

افادات: محدث عصر حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری مہاجر مدنی قدس سرہٗ
ترتیب: مولانا محمد شاہد صاحب
ہدیہ: ۴۵/- روپے
ملنے کا پتہ: مکتبۃ الشیخ ۳۶۷/۱۱۱ بہادر آباد، گلی ۱۹ کراچی

اس دور آخر میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے علم حدیث کی جو خدمت کی اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ بذل المجہود آپ کے شیخ مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کی زبردست حدیثی خدمت ہے۔ اس میں آپ کی معاونت کا اعتراف خود شیخ نے کیا۔ اس کے علاوہ لامع الدراری (شرح بخاری) اوجز المسالک (شرح موطا امام مالک) اور متعدد گرانقدر تالیفات ہیں۔ جن سے علماء و طلباءِ حدیث فائدہ اٹھا رہے ہیں اور پاک و ہند سے دنیائے عرب تک ان کا شہرہ ہے —— ان عربی تالیفات و تصنیفات کے علاوہ آپ کے شہرہ آفاق درس بخاری کا اردو مجموعہ آپ کے قریبی عزیز اور آپ کے مسودات کے نگران و محافظ مولانا محمد شاہد صاحب نے مرتب کیا ہے آپ سے استفادہ کرنے والے کئی حضرات کے مسودات سامنے رکھ کر یہ مجموعہ مرتب کیا ہے۔ فی الحال اس کی دو جلدیں شائع ہوئیں جس میں حضرت شیخ کی قیمتی نصائح کے بعد مولانا محمد تقی ندوی کا بیش قیمت مقدمہ شامل ہے پھر حضرت الشیخ کے افادات ہیں۔ ان دونوں جلدوں میں ان افادات میں مبادی علم حدیث کے متعلق وقیع معلومات کا ایک ذخیرہ ہے۔ اصل کتاب میں باب بدء الوحی کتاب الایمان اور کتاب الوضوء جملہ تفصیلات کے ساتھ شامل ہے۔

یہ کتاب اکابر و اسلاف کے علوم و معارف کا خوبصورت گنجینہ اور شیخ کے محدثانہ کمالات کا نادر گلدستہ ہے۔ شیخ کے خادم و مجاز مولانا محمد یحییٰ مدنی نے شیخ کے علوم و معارف کی اشاعت کے لئے اس مکتبہ کا اجراء کیا اور خدمت حدیث سے بسم اللہ کی۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں بیش از بیش نعمتوں سے نوازے ظاہری خوبیوں کے ساتھ مرصع اس کتاب کے لئے حضرت شیخ کا نام ہی سب سے بڑی سند ہے — اللہ تعالیٰ اہل ذوق کو اس کی قدر کی توفیق دے۔

رحمتِ دارین صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس شیدائی

از: طالب ہاشمی صاحب
قیمت: ۶۰/- روپے
پتہ: شعاع ادب زیر مسلم مسجد چوک انارکلی، لاہور

تیس پروانے شمع رسالت کے، خیر البشر کے چالیس جاں نثار، سیرت حضرت ابو ایوب، سیرت حضرت سعد، سیرت حضرت عبداللہ بن زبیر اور تذکار صحابیات (رضی اللہ تعالےٰ عنہم و عنہن) کے نامور مؤلف و مرتب جناب طالب ہاشمی کی قسمت پر رشک آتا ہے کہ اتنے اچھے لکھاڑ اور اپنے آپ کو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی

منظور شدہ ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/21/16321 مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۸ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-227-2481 مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم ۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری 9/39/2067-9 D.D مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M.2/40-15410 مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۴ء

خدمت کے لئے وقف کر لیا۔

ع "پیا جس کو چاہے سہاگن بنائے"

اب سو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سیرت مطہرہ پر ساڑھے چھ سو صفحہ کی شاندار کتاب لکھ ڈالی۔ ظاہری حسن کا اعتبار کریں تو کتاب ایک گلدستہ نظر آتی ہے اور باطن پر نظر ڈالیں تو ایک ایک سطر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے طالب صاحب کی محبت و عقیدت کا پتہ دیتی ہے۔ دنیا کہانیوں، افسانوں اور کئی کئی خرافات کا شکار ہے لیکن یہ بندۂ مومن بڑی خاموشی سے درسگاہِ نبوت کے صحبت و فیض یافتہ حضرات کے تعارف میں منہمک، تاکہ نسل نو کو معلوم ہو سکے کہ عظمت و کامیابی کا راز سرکار دو عالم علیہ السلام کی تعلیمات کو اپنانے میں ہے اور بس ___ صحابہؓ کی یہی خوبی تھی، اسی نے انہیں آفتاب و ماہتاب بنایا۔

طالب صاحب قدیم اور مستند تاریخی ذخیروں کو سامنے رکھتے ہیں روایت و درایت کے جملہ تقاضوں کو پورا کر کے بڑی خوبی کے ساتھ صحابہ کرام کے کردار کا نقشہ کھینچتے ہیں اور پھر اسے خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنا دیتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ یہ کتاب مساجد و مجامع میں باقاعدگی سے پڑھی جائے، مڈل اور ہائی کلاسز کے کورس میں شامل ہو کر اتنی عام ہو کہ کوئی اس کے بغیر زندہ نہ رہ سکے۔ برادرانِ اہلسنت کا دینی و قومی فرض ہے کہ اس قسم کے ستھرے لٹریچر کو پھیلائیں اور گھر گھر پہنچا کر صحابہ کرام سے اپنی محبت و عقیدت کا ثبوت دیں اور امت کی ڈوبتی کشتی کو بچائیں۔

طب رحمانی ___ اور علماء کی حق گوئی

یہ دونوں خوبصورت کتابیں سُنّی سنٹر مسجد اشرفیہ چوک سنت نگر لاہور سے شائع ہوئی ہیں ___ پہلی کتاب کی قیمت ۸/- روپے اور دوسری کی ۶/- روپے ہے۔

طب رحمانی دارالعلوم دیوبند کے مدرس مولانا خورشید عالم کے قلم سے ہے۔ روحانی و جسمانی بیماریوں کا علاج قرآن و سنت کے بتلائے ہوئے طریق سے اور دوسری کتاب مفتی انتظام اللہ شہابی مرحوم کے قلم سے ہے۔ علماء کی حق گوئی کا دلآویز تذکرہ، خوبصورت کتابیں قیمت برائے نام ___ فوراً حاصل کریں کہ ایسے تحائف روز روز نہیں ملتے۔

تحفۃ الاحباب

ضلع سرگودھا کے مشہور واعظ و خطیب مولانا نذیر احمد مخدوم کا خاص موضوع رفض و سبائیت ہے وہ دور دراز علاقوں میں جا کر اس "متوازی دین" کے متعلق لوگوں کو آگاہ کرنا اور ان کی رہنمائی کا فریضہ مولانا نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اب حال ہی میں انہوں نے یہ کتاب مرتب کی ہے جس میں ۳۸ ذیلی عنوانات کے تحت مذہب حقہ اہلسنت کی حقانیت ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ سبائیت کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔

فاضل مصنف نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ عام فہم، سلیس اور مدلّل۔

اکثر حوالہ جات خود مخالفین کی کتابوں کے ہیں تاکہ یاروں کو اپنے آئینہ میں چہرہ نظر آسکے۔

برادرانِ اہلسنت کا ملّی فرض ہے کہ اس رسالہ کی بکثرت اشاعت کریں۔ اپنوں اور بیگانوں سبھی کے لئے یہ کتاب غایت درجہ مفید اور نافع ہے۔

کتابت طباعت اور کاغذ وغیرہ سب خوب ہے۔ قیمت ۵/- روپے غایت درجہ واجبی ہے۔ جامعہ صدیقیہ کوٹ میانہ ضلع سرگودھا سے طلب کریں۔